ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
5
9 تا 15 صفر المظفر 1430ھ / 5 تا 11 فروری 2009ء

دستور و قانون کا ماخذ

انسان کے تمدنی مسائل کا سب سے بنیادی سوال یہ ہے کہ انسان قوانین وضوابط کے بغیر زندگی بسر کر سکتا ہے یا نہیں؟ تمام علمائے تمدن وعمرانیات متفق ہیں کہ قوانین وضوابط کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قانون کس کی اجازت (sanction) سے قانون قرار پائے؟

عقلیت پسندوں نے کبھی بادشاہوں کو واضع قانون تسلیم کیا۔ کبھی اُن کی بدعنوانیوں سے تنگ آ کر عوامی نمائندوں کو قانون سازی کے اختیارات سونپے۔ پھر کبھی آمر کو یہ سارے حقوق سونپ دیے اور کبھی طبقاتی کشمکش کے نظریے کے تحت "پرولتاریہ"...... یعنی مزدوروں کو قانون سازی کا اہل مانا...... لیکن مذہب (دین) انسان پر انسان کی بادشاہی کا مخالف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ذات پاک کہ جس نے زمین اور آسمان اور ساری طبیعی دنیا کے لیے قوانین وضع کیے ہیں، وہی اس بات کی سزاوار ہے کہ انسان کو تمدن، معاشرت، معیشت اور اجتماعی زندگی کے دوسرے پہلوؤں کے بارے میں منصفانہ و عادلانہ قوانین عطا کرے۔ فرانسیسی ماہر سیاسیات الکسیس ڈی ٹوکویل لکھتا ہے:

"مطلق اقتدار فی الواقع ایک بہت بُری چیز ہے، اور خطرناک بھی۔ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اپنے اختیارات کو دور اندیشی اور احتیاط کے ساتھ استعمال کر سکے۔ اقتدار مطلق کا مرجع صرف خدائے واحد کی ذات ہے۔ کیونکہ اُس کے اقتدار کی کارفرمائی کے پہلو بہ پہلو اُس کی حکمت اور عدل کارفرما ہے۔"

دوامی تہذیب

پروفیسر سعید اختر

اس شمارے میں

دوست یا دشمن؟

نجات کا راستہ، سچی توبہ

انسانی حقوق اور مغرب

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام
توبہ کی منادی ـــ اور ہفتہ توبہ

"بیان القرآن" پر تبصرہ

ہمارا خاندانی نظام
شکست و ریخت کا شکار کیوں؟

حکومت کی رٹ

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (357)

سورۃ الاعراف

(آیات: 55 تا 58)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝ ﴾

”(لوگو) اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور اللہ سے خوف کرتے ہوئے اور اُمید رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔ اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی مینہ) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری (بنا کر) بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اُٹھا لاتی ہے تو ہم اُس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں۔ پھر بادل سے مینہ برساتے ہیں۔ پھر مینہ سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو (زمین سے) زندہ کر کے باہر نکالیں گے (یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ جو زمین پاکیزہ (ہے) اس میں سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے (نفیس ہی) نکلتا ہے اور جو خراب ہے اُس میں سے جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم آیتوں کو شکرگزار لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔“

دعا کے لیے ہاتھ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے پھیلانے چاہئیں۔ دعا کے آداب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ دعا عاجزی، تضرع اور خاموشی کے ساتھ ہو۔ بلند آواز سے دعا مانگنا پسندیدہ نہیں۔ دعا مانگنے کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اللہ سے مانگتے وقت انسان کا معاملہ خوف اور امید کے بین بین ہونا چاہیے۔ یہ خوف بھی ہو کہ اللہ گرفت نہ کر لے، سزا نہ دے دے، اور ساتھ ہی ساتھ اللہ کی رحمت اور مغفرت کی امید بھی ہو۔ انسان کیسا بھی نیکوکار اور تقویٰ شعار ہو، اُسے اللہ کے حضور بے باک اور بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ دعا کرتے وقت انسان کی قلبی اور روحانی کیفیت مابین الخوف والرجاء ہونی چاہیے۔ یقیناً اللہ کی رحمت نیکوکار بندوں کے بہت ہی قریب ہے۔

اور وہی ہے جو رحمت کے آگے آگے بشارت دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔ زمین خشک بے آب و گیاہ پڑی ہو، لوگ آسمان کی طرف نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے ہوں اور بارش کا انتظار کر رہے ہوں، اس وقت ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آنے لگیں اور بارش کا سماں بن رہا ہو تو یہ لوگوں کے لیے کس قدر خوشی اور مسرت کی بات ہوتی ہے۔ اور فرمایا جب یہ ہوائیں بڑے بڑے بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں تو ہم اس پانی کو ایک مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں۔ پھر ہم اس پر پانی برساتے ہیں اور پھر اس زمین میں سے ہر طرح کے میوے نکال دیتے ہیں۔ بادل کتنا پانی برساتے ہیں۔ وزن کیا جائے تو یہ پانی ہزاروں من ہوگا۔ مگر اتنا سارا پانی ہوائیں روئی کے گالوں کی طرح اڑائے پھرتی ہیں۔ یہ پانی جب برستا ہے تو کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں۔ پودے پھلنے پھولنے لگتے ہیں۔ اگر آپ نے زمین میں کچھ بیج ڈالے ہوئے تھے یا باغ کے اندر پھلوں کے بیج خود بخود گرے ہوئے تھے۔ جیسے ہی بارش ہوگی وہ اس کے ساتھ زمین سے پھوٹ نکلیں گے۔ اور کچھ نہیں تو خشک زمین پر گھاس ضرور اُگ آئے گی اور وہ چراگاہ بن جائے گی۔ اسی طرح ہم مُردوں کو زمین سے نکال لائیں گے۔ بارش سے پہلے زمین کے اندر زندگی کے آثار نہیں ہوتے۔ کسی طرح کی کوئی ہریالی اور گھاس دکھائی نہیں دیتی۔ بسا اوقات زمین اس قدر خشک ہو چکی ہوتی ہے کہ کوئی ذی روح، حشرات الارض اور پرندے بھی وہاں نظر نہیں آتے۔ لیکن جب اسی زمین پر بارش ہو جاتی ہے تو دیکھتے ہی دیکھتے اُس زمین سے سبزہ نمودار ہوتا ہے اور وہاں حشرات الارض اور پرندے نظر آنے لگتے ہیں ؎ مگر اب زندگی ہی زندگی ہے موجزن ساقی تو اسی طرح زمین کے اندر پڑے ہوئے مردے بھی گویا بیج کی طرح ہیں۔ جب ہمارا حکم آجائے گا تو یہ اپنی قبروں سے یکایک اٹھ کھڑے ہوں گے۔ یہ تشبیہ بیان کر دی تاکہ تم نصیحت اخذ کرو۔

اور جو اچھی زمین ہوتی ہے یعنی زرخیز، وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا سبزہ نکالتی ہے اور جو خراب زمین ہوتی ہے جس میں کوئی زرخیزی نہیں ہوتی وہ ناقص خودرو گھاس اور جھاڑ جھنکار کے سوا کچھ نہیں نکالتی۔ نکدا ردی اور گھٹیا شے کو کہتے ہیں۔ اسی طریقے سے ہم اپنی آیات کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں، اُن لوگوں کے لیے جو ان کی قدر کرنے والے ہیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اخلاص اور خیر خواہی

عَنْ اَبِیْ رُقَیَّۃَ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسٍ الدَّارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : ((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ)) قُلْنَا : لِمَنْ؟ قَالَ : ((لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ)) (رواہ مسلم)

ابو رقیہ سیدنا تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”دین خیر خواہی کا نام ہے“۔ ہم (صحابہ) نے کہا: (خیر خواہی) کس کے لیے ہو؟ آپؐ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے لیے، اُس کی کتاب کے لیے، اُس کے رسول ﷺ کے لیے، مسلمانوں کے حکمرانوں اور عوام کے لیے۔“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوست یا دشمن؟

اگرچہ یہ تشبیہ پہلے بھی قارئین کی نظر کی جا چکی ہے لیکن حالات کی مماثلت انتہائی گہری بلکہ ناقابل یقین ہے اور یہ سوچ سوچ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ حالات اور اسباب ایک ہوں تو نتائج کس طرح مختلف ہوں گے۔ سلطان محمد فاتح کی فوجوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور وہاں کے پادری چوکوں میں عوام کے مجمع کے سامنے ان مباحث میں الجھے ہوئے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ نے رفع آسمانی سے پہلے جو روٹی کھائی تھی وہ خمیری تھی یا فتیری۔ سوئی کے ناکہ پر کتنے فرشتے آسکتے ہیں اور پیدائش یسوع مسیح کے بعد بھی مریم کنواری کہلائیں گی؟ وغیرہ۔ اس طرح انگریز اور دوسری مغربی اقوام ہندوستان کے دروازے پر دستک دے رہی تھیں تو علمائے دین اس قسم کی بحثوں میں پڑے تھے کہ آیا اللہ جھوٹ بولنے (معاذ اللہ) پر قادر ہے یا نہیں؟ کیا اللہ بھی چاہے تو دوسرا محمدؐ پیدا کر سکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ آج ہمارا مسئلہ اس حوالہ سے دوہرا ہے کہ ایک طرف ان مسائل میں الجھے ہوئے ہیں، ایک فریق کہتا ہے کہ مقتدی اگر خود سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوتی۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ خلف الامام پڑھنے والوں کی زبان پر روزِ قیامت انگارے رکھے جائیں گے۔ اس نوع کے لاتعداد جھگڑے ہیں، لیکن پاکستانی قوم، اگر کوئی ہے، تو اس کا اضافی مسئلہ یہ ہے کہ حملہ آور قوتوں کے بارے میں جھگڑا بدترین صورت اختیار کر چکا ہے۔ حکومتی طبقہ کہتا ہے وہ ہمارے اتحادی ہیں، دشمن دہشت گردوں کی صورت میں ہمارے اندر موجود ہے اور ہماری جنگ اپنے اس اندر کے دشمن کے ساتھ ہے، اور بیرونی قوتیں اس دشمن کے خلاف ہماری مدد کر رہی ہیں۔ عوام کی اکثریتی رائے یہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف یہ جنگ مکمل طور پر ڈھکوسلہ ہے، اصل میں دشمن کے لیے یہ ناقابل برداشت ہے کہ کوئی اسلامی ملک ایٹمی اسلحہ سے لیس ہو اور یہ سارا ناٹک ہمارا کمبل چرانے کے لیے رچایا جا رہا ہے۔ یعنی عوام جنہیں دشمن قرار دیتے ہیں حکمران انہیں دوست کہتے ہیں پھر یہ کہ امریکہ کو اتحادی سمجھنے والی دو بڑی سیاسی جماعتیں جو مشرف دور میں ایک دوسرے کی حلیف بنی تھیں اور میثاق جمہوریت کی تاریخی دستاویز پر انہوں نے دستخط کیے تھے، وہ بھی باہم دست و گریبان ہیں۔ وکلاء اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں اور 9 مارچ کو تخت یا تختہ کا اعلان کر چکے ہیں۔ آصف زرداری کسی صورت چیف جسٹس افتخار چودھری کو بحال کرنے پر آمادہ نہیں اور ان کے سابقہ حلیف نواز شریف کہتے ہیں کہ اگر وہ بحال نہ ہوئے تو قوم کا کوئی مستقبل نہیں۔ وہ اس کام کے لیے عوام کو سڑکوں پر آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اُدھر امریکہ کا معاملہ یہ ہے کہ کانگریس کا رکن ری پبلکن سے ہو یا ڈیموکریٹ سے ہو، وہ سب متفق ہیں کہ عراق سے فوجی انخلاء کے بعد افغانستان میں مزید فوجی دستے بھیجے جائیں۔ ہر وہ شخص جس کی کوئی آواز ہے، گلا پھاڑ کر کہہ رہا ہے کہ امریکہ اور اتحادیوں کو طویل عرصے تک افغانستان میں رہنا چاہیے اور افغانستان میں اُس وقت تک قدم نہیں جم سکیں گے جب تک پاکستان کو مکمل طور پر زیر نہ کر لیا جائے۔ یہ صورت ہماری مغربی سرحد پر ہے، جہاں سے ہمیں کبھی خطرہ لاحق نہیں ہوا تھا اور جہاں ہم نے کبھی اپنی باقاعدہ فوج متعین نہیں کی تھی۔ ہمیں خطرہ ہمیشہ اپنی مشرقی سرحد پر رہا۔ اس وقت بھارت کی یہ حالت ہے جیسے کوئی بھوکا درندہ ہو، اسے اپنا شکار نظر بھی آ رہا ہو، لیکن کوئی ایک رکاوٹ اس کی مجبوری بنی ہوئی ہو۔ اگر کل کلاں امریکہ پاکستان کے ایٹمی دانت توڑنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو یہ بھوکا درندہ پاکستان کی چیر پھاڑ کے لیے امریکی اجازت کا محتاج نہ ہوگا۔ بعض لوگ احمقانہ بھولپن کا شکار ہیں کہ اگر ہم امریکہ کی خواہش پر ایٹمی ہتھیاروں سے دستبردار ہو جائیں تو امریکہ ہمیں سلامتی کی چھتری مہیا کر دے گا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ داخلی سطح پر اتحاد کا مکمل مظاہرہ کیے بغیر ہم اپنی آزادی اور سلامتی کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اپنی آزادی اور ملکی سلامتی کے حوالہ سے اب محض کوئی قرارداد کام نہیں دے سکے گی بلکہ عملی طور پر دشمن پر یہ واضح کرنا ہوگا کہ ملکی سلامتی کے لیے ہمارا جینا مرنا اکٹھا ہوگا۔ (باقی صفحہ 16 پر)

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — 9 تا 15 صفر المظفر 1430ھ — 5 تا 11 فروری 2009ء — شمارہ 5

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

تاتاری کا خواب

[بالِ جبریل]

کہیں سجادہ و عمامہ رہزن — کہیں تر سا بچوں کی چشمِ بیباک!
ردائے دین و ملت پارہ پارہ — قبائے ملک و دولت چاک در چاک!
مرا ایماں تو ہے باقی، و لیکن — نہ کھا جائے کہیں شعلے کو خاشاک!
ہوائے تند کی موجوں میں محصور — سمر قند و بخارا کی کفِ خاک!

بگر دا گردِ خود چندانکہ بینم
بلا انگشتری و من نگینم

(جاری ہے)

یہ نظم ایک خواب اور اُس خواب کے ردِ عمل کا مظہر ہے۔ اِس خواب میں ایک تاتاری اپنے قبائلی اور ملت کے انحطاط و زوال کے بارے میں اشاراتی سطح پر بعض حقیقتوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ اِس خواب کی رسائی تاتاری قبائل کے سب سے بڑے فاتح تیمور کی رُوح تک ہوتی ہے تو وہ تاتاری قبائل کے مابین چپقلش اور عدم اتحاد کو اُن کی بنیادی خامی قرار دیتے ہوئے اُن کی بقا اور استحکام کے لیے ایک اجمالی لائحۂ عمل پیش کرتی ہے۔ اقبال نے اس نظم میں اپنے تخیل کو بروئے کار لاتے ہوئے محض تاتاری قبائل کے مابین نفاق کو ہی اُن کی کمزوری اور عدم استحکام کا سبب ہی قرار نہیں دیا، بلکہ اس طرح سے پوری ملتِ اسلامیہ کے بارے میں بنیادی صورتِ حال کی نشان دہی کی ہے۔

1۔ تاتاری کے اس خواب کے مطابق صورتِ حال یہ ہے کہ قبائل وملت کی رہنمائی جن علماء اور صوفیہ کی ذمہ داری تھی، وہ خود نہ صرف اپنے منصب کو فراموش کر چکے ہیں، بلکہ اُن کو غلط راہ پر لگا رہے ہیں۔ جس کے سبب انتشار پیدا ہو گیا ہے اور نفاق و اختلاف تباہی کا سبب بن گیا ہے۔ دوسری جانب ساقی گری کرنے والے خوبصورت لڑکوں کی بے باک نگاہیں ان کے دین و ایمان پر ڈاکے ڈال رہی ہیں۔ مُراد یہ ہے کہ تاتاری اوّل و آخر لہو ولعب اور نفاق کے سبب تباہی و بربادی سے دوچار ہو چکے ہیں۔

2۔ یہی وہ حالات ہیں جن کے نتیجے میں دین وملت کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ملک اور سلطنت بھی انحطاط و زوال کا شکار ہیں، یعنی عدم اتحاد اور نفاق کے باعث نہ دین سلامت رہا نہ ہی قوم وملت میں اتحاد و استحکام کی کوئی صورت نظر آ

3۔ ہر چند کہ ابھی لوگوں میں ایمان کی تھوڑی سی رمق باقی ہے۔ تاہم چہار جانب فتنوں کی جو قیامت برپا ہے، اُن کے سبب یہ خدشہ خارج از امکان نہیں کہ یہ قیامت ایمان کو بھی بھسم کر ڈالے۔

4۔ تاتاری قبائل آپس میں دست و گریباں ہیں۔ دشمن اِس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہو چکے ہیں اور وہ سمر قند و بخارا پر یلغار کے لیے صف آرائی میں مصروف ہیں۔ تاتاریوں کی غفلت کے باعث ملک و سلطنت دونوں خطرات میں گھر کر رہ گئے ہیں۔ اب اگر انہیں اِس حقیقت کا احساس نہ ہوا تو تباہی اُن کا مقدر بن جائے گی۔

5۔ فارسی کا یہ شعر کسی نامعلوم شاعر کا شعر ہے۔ نصیر الدین طوسی نے غالباً اسے شرح اشارات میں سے نقل کیا ہے۔ اقبال نے خود بھی لکھا ہے کہ وہ اس شعر کے مصنف سے آگاہی نہیں رکھتے تاہم یہ شعر اُس دور کے ترکستان کی صورتِ حال کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ گرد و پیش جہاں تک نگاہیں جاتی ہیں کہ آفتوں اور بلاؤں نے گھیرے میں لے رکھا ہے اور اِن آفتوں اور بلاؤں کا نشانہ میں ہوں۔ یہاں میں سے مُراد ترکستان ہے۔

توبہ کی منادی
اگر سود نہیں چھوڑتے تو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ (القرآن)

ملک و ملت کو درپیش مصائب و مشکلات کا علاج

سچی توبہ

آج ہم پر جو شدائد آ رہے ہیں، وہ اسی لیے ہیں کہ ہم جاگ جائیں، اپنا قبلہ درست کر لیں۔ شیطان کے راستے کو چھوڑ کر رحمان کے راستے کو اختیار کر لیں، ابلیسی تہذیب، معاشرت اور معیشت کو ترک کر کے صراطِ مستقیم پر آ جائیں۔ اگر بحیثیت مجموعی ہماری قوم اپنی حالت تبدیل کرے تو اللہ کی رحمت ہمارے شاملِ حال ہو سکتی ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۂ آل عمران کی آیت 139 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! وطن عزیز پاکستان اِس وقت اپنی تاریخ کے انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے۔ اِس کی بقا و سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ چنانچہ ہر باشعور شخص پریشانی اور تشویش میں مبتلا ہے۔ اِس صورتحال سے چھٹکارا کے لیے لوگ اپنے اپنے انداز سے علاج بھی تجویز کر رہے ہیں۔ تاہم علاج کے سلسلہ میں ہر ایک کا اپنا اپنا نسخہ ہے۔ بعض لوگ وہ ہیں جو خوشنما تمناؤں کے سہارے جی رہے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ کوئی مسیحی آ جائے تو وہ اس قوم کو ٹھیک کر دے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ سارے مسلمان اکٹھے ہو جائیں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ اندازِ فکر اس بات کی علامت ہے کہ ہم خود کچھ بھی کرنے کے لیے تیار نہیں، ہاں کوئی مسیحی آئے اور آ کر معاملات کی اصلاح کر دے۔ بعض لوگ اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا دشمن امریکہ اپنی تباہ حال معیشت کے ہاتھوں خود بخود زوال سے دوچار ہو جائے گا۔ اِسی طرح ہندوستان، جہاں بہت مضبوط علیحدگی پسند تحریکیں سر اٹھا رہی ہیں، تھوڑی دیر کی بات ہے، اُس کے بھی حصے بخرے ہو جائیں گے، اور یوں ہمارے لیے خیر کا کوئی راستہ نکل آئے گا۔

اِس صورتحال میں خوشنما تمنائیں پالنے اور اپنے اپنے ذہن اور سوچ کے مطابق حل تجویز کرنے کی بجائے آیئے، کتاب اللہ کی جانب رجوع کریں اور اُس کی روشنی میں اپنے لیے راہِ عمل کا تعین کریں۔ اِس لیے کہ از روئے حدیث قرآن ہی وہ کتاب ہے جس میں پہلی قوموں کے حالات بھی ہیں اور آنے والی قوموں کے تذکرے بھی ہیں، اور جو مسلمانوں میں جھگڑے ہوں گے اور انہیں جو مصائب و مشکلات پیش آئیں گی، اُن کا حل بھی موجود ہے۔ پھر یہ کہ قرآن کے ساتھ سنت رسول ﷺ سے بھی استفادہ کریں۔ سنت درحقیقت قرآن حکیم ہی کی شرح و تفسیر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: ”لوگو میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر انہیں تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ یہ دو چیزیں ہیں: اللہ کی کتاب اور میری سنت“۔ تو آیئے، کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے حالات کا جائزہ لیں۔

سب سے پہلے تو ہمیں یہ بات جان لینی چاہیے کہ مسلمانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ضابطہ اور سنت کیا ہے۔ انفرادی سطح پر مسلمانوں کے لیے بھی اللہ کا ضابطہ وہی ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے ہے۔ یہ دنیا دارالامتحان ہے، دارالجزا نہیں۔ اِس لیے انفرادی سطح پر ہمارے اعمال کا حساب کتاب آخرت میں ہو گا۔ اطاعت شعاری اور نیکی و راستی پر جزا اور گناہ و سرکشی پر سزا ہو گی کیونکہ دارالجزا وہی ہے۔ یہ ضابطہ انفرادی سطح پر ہے۔ مسلمانوں کی حیاتِ اجتماعی کے حوالے سے اللہ کا قانون اِس سے قدرے مختلف ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر مسلمان مجموعی طور پر ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں، جس کی سب سے بڑی علامت یہ ہو گی کہ انہوں نے اپنے گھروں، معاشرے اور ملک میں اللہ کا دین غالب کیا ہو، اسلامی شریعت کا پرچم سربلند کیا ہو، تو ایسی صورت میں خواہ کچھ افراد غلطیاں بھی کر رہے ہیں، اور شریعت سے متصادم راستے پر بھی چل رہے ہوں، بحیثیت مجموعی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غلبہ و اقتدار عطا فرمائے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اگرچہ انہیں وقتی ہزیمت ہو سکتی ہے، مگر بالآخر کامیابی انہی کو ملے گی۔ یاد رہے کہ اہل ایمان سے اصل وعدہ تو آخرت کی فوز و فلاح کا ہے، کہ وہی اصل اور حقیقی زندگی ہے۔ سورۃ التوبہ میں فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾

”اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لیے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔ یہ تورات، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے، جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے۔ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔“

تاہم ایمان تقاضوں کو پورا کرنے کی صورت میں اضافی طور پر یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ انہیں دنیا میں بھی غلبہ و سربلندی عطا کی جائے گی۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران)

”اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور کسی طرح غم کرنا۔ اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔“

اِسی بات کو دوسرے انداز میں سورۃ النور میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ

فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾

"جو لوگ تم میں ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔"

اِس بات کو نبی اکرم ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

((ان الله یرفع بھذا الکتاب اقواماً و یضع بہ آخرین))

"اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کی بدولت قوموں کو سربلندی عطا فرمائے گا اور اسی (کو چھوڑنے) کی وجہ سے بہت سی قوموں کو ذلیل وخوار کرے گا۔"

یعنی قرآن کے ساتھ تمسک اور اُس کے حقوق کی ادائیگی رفعت و بلندی کا باعث بنے گی اور اس سے بے اعتنائی اور بے تعلقی کے سبب ذلت و رسوائی ہمارا مقدر ہو گی۔ علامہ اقبال مسلمانوں کی عظمت رفتہ اور موجودہ زبوں حالی کا تقابل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ہمیں یہ بات شعوری طور پر دل و دماغ میں بٹھا لینی چاہیے کہ ہماری ترقی اور عظمت کی بحالی کا راز قرآن حکیم کی پیروی میں ہے۔ ہماری ترقی اور عروج و اقبال ہرگز اس بات میں نہیں کہ مغرب کی اندھی تقلید کریں، اُن کی تہذیب اور کلچر اپنائیں، بلکہ ہم قوم رسولِ ہاشمی ہیں۔ ہم اپنی ترکیب میں دوسروں سے مختلف ہیں۔ ہماری سربلندی ایمان کی شاہراہ کو اختیار کرنے میں ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کی اہمیت بجا، اس سے کسی کو انکار نہیں، مگر یہ چیز ثانوی ہے۔ اصل فیصلہ کن قوت ایمان اور اللہ پر توکل و اعتماد ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی

ذرا سوچئے، اللہ نے ہم سے سربلندی کا وعدہ کیا ہے، لیکن اِس وقت صورتحال اس کے برعکس کیوں ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی ہمیں عزت و وقار حاصل نہیں۔ یہود و نصاریٰ ہم پر تسلط جمائے ہوئے ہے۔ ہم بحیثیت امت مسلمہ اُن کی سازشوں کے نرغے میں آئے ہیں۔ عزت اور شان و شوکت ہم سے رخصت ہو چکی ہے۔ خاص طور پر ہم اہل پاکستان کی جنہوں نے نفاذ اسلام کے وعدے پر یہ ملک حاصل کیا تھا، دنیا میں کہیں عزت نہیں۔ پاکستانیوں کے لیے ویزہ کا حصول مشکل ہو گیا ہے۔ اور تو اور خود ہمارے دوست چین کا ویزہ بھی اب ہمیں بہت مشکل سے ملتا ہے...... اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ صرف ایک ہے یعنی اللہ نے غلبہ و اقتدار کے لیے ایمان کی جو شرط لگائی تھی وہ ہم پوری نہیں کر رہے ہے۔ ہم ایمانی شاہراہ سے دور ہو چکے ہیں۔ دین سے وفاداری کی بجائے بے وفائی اور غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اللہ کی رحمت اور نصرت ہم سے روٹھ چکی ہے۔ اور ہم ہر جگہ ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ہم مسلمانوں کے پاؤں تلے زمین نہیں رہی۔ اسرائیل چاروں طرف سے عربوں میں گھرا ہونے کے باوجود فلسطینی مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کر رہا ہے، مگر اُسے کوئی پکڑنے والا نہیں۔ امریکہ "شیطان بزرگ" اُس کی پشت پناہی کر رہا ہے اور ہم اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ باراک اوباما کے صدر بننے سے بہت سے لوگ توقعات وابستہ کئے ہوئے ہیں، کہ شاید اب مسلمانوں کے لیے بہتری کی صورت پیدا ہو جائے، لیکن یہ محض اُن کی خام خیالی ہے۔ اِس قسم کے خوش فہم لوگوں نے بش کے آنے پر بھی آس لگائی تھی۔ اُس وقت بعض لوگوں خاص طور پر امریکہ میں آباد مسلمانوں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اگر بش صدر منتخب ہو گیا تو مسلمانوں کے حق میں بہتر ثابت ہو گا۔ لیکن ظاہر ہے کہ صورتحال اس کے بالکل برعکس سامنے آئی۔ مسلمانوں کے حالات نہ کل بدلے تھے، نہ آج اوباما کے آنے سے کسی کی بہتری کی توقع کی جانی چاہیے۔ اللہ کو چھوڑ کر اللہ اور اُس کے دین کے دشمنوں سے آس لگانا ایمان کے منافی ہے۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

کشمیر، فلسطین اور دنیا کے دیگر خطوں میں، مسلمانوں پر بجلیاں گر رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج اللہ کی رحمت اور نصرت ہم سے روٹھ چکی ہے۔ اسی باعث ہمارے ملک کی خود مختاری امریکی جارحیت کے تیروں سے چھلنی ہو چکی ہے۔ امریکی طیارے آئے روز ہم پر حملے کر کے ہماری آزادی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس سب کے باوجود ہمارے حکمران پھر بھی وہی زبان بول رہے ہیں جو امریکہ کہتا ہے۔ اسلام کے خلاف امریکہ کی جنگ کو اپنی جنگ کہہ رہے ہیں۔ دوسری جانب امریکہ کے دباؤ میں آ کر اپنے ہی عوام کے خلاف فوج کشی کی جا رہی ہے اور کہا یہ جا رہا ہے کہ یہ سب کچھ ہم اپنے مفاد میں کر رہے ہیں، ہم پر کوئی دباؤ نہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ امریکہ کی چاکری اور غلامی کا وہ سفر تا حال جاری ہے، جس کا آغاز فوجی آمر پرویز مشرف نے افغان پالیسی پر یوٹرن لے کر کیا تھا۔ باجوڑ اور قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن کے خطرناک سلسلے کو موجودہ حکومت نے بھی جاری رکھا ہے۔ یہ درست ہے کہ سوات میں شورش ہے۔ لیکن اس میں اصل ہاتھ بیرونی ایجنٹوں کا ہے، جنہیں موقع ہم ہی نے غلط پالیسیاں اپنا کر فراہم کیا ہے۔ سابق آرمی چیف مرزا اسلم بیگ نے گزشتہ ماہ اپنے ایک مضمون میں یہی بات کہی ہے کہ پرویز مشرف نے خود موساد، سی آئی اے اور "را" کو اِس علاقے میں کھلی چھٹی دی۔ جس کی بنا پر اب بیرونی ایجنسیوں نے اِن علاقوں کو اپنی سازشوں اور تخریب کاری کی آماجگاہ بنا رکھا ہے۔ ہماری فوج نے ایسے شرپسندوں کی سرکوبی کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے، وہ اور بھی بے چینی کا باعث بنا ہے۔ بجائے اس کے بیرونی ایجنٹوں کو پکڑ کر سخت سزا دی جاتی، یہ طریقہ اپنایا گیا کہ جہاں پتہ چلتا ہے کہ کوئی شرپسند ہے، وہاں فوج بے دریغ بمباری کرتی ہے جس میں بے گناہ مرد، عورتیں اور بچے مارے جاتے ہیں۔ یہ صورتحال دراصل اللہ کے عذاب کی ایک شکل ہے۔ جس میں ہم اس وقت مبتلا ہیں۔ قرآن حکیم میں یہود کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ (البقرہ: 61)

"اور (آخرکار) ذلت اور محتاجی ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔"

یہود سابقہ امت مسلمہ ہیں، ان پر ذلت و رسوائی کا عذاب اُس وقت مسلط کیا گیا، جب انہوں نے اللہ کے نمائندگی کا تقاضا پورا نہ کیا۔ اللہ کے دین کو نافذ کرنے کی بجائے شریعت سے روگردانی اور بے وفائی کی۔ اللہ

ہماری ترقی اور عروج و اقبال ہرگز اِس بات میں نہیں کہ مغرب کی اندھی تقلید کریں، اُن کی تہذیب اور کلچر اپنائیں، بلکہ ہم قوم رسولِ ہاشمی ہیں۔ ہماری سربلندی ایمان کی شاہراہ کو اختیار کرنے میں ہے

کے احکامات کا مذاق اڑایا، دین کو کھیل تماشا بنایا، شرعی تعلیمات سے انحراف کے لیے حیلہ سازی کی، اور دولت پرستی کا شیوہ اپنایا۔ آپ غور کریں، آج یہی سب کچھ ہمارے ہاں بھی ہو رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں سربلندی عطا کرنے کی بجائے ہمارے ان جرائم کی پاداش میں اللہ نے ہم پر ذلت و مسکنت مسلط کی ہے۔ ظاہر ہے جب اللہ کے دین سے بے وفائی اور ابلیسی قوتوں سے ساز باز ہو تو انجام یہی ہو گا۔ یہ تو دنیا کی رسوائی ہے۔ غیروں سے دوستی کرنے، اور اُن کی تہذیب اپنانے والوں کو آخرت کی اصلی اور حقیقی زندگی میں بھی سخت نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ کہا جائے گا جن کی تم نے بود و باش اور طرزِ زندگی اپنایا تھا، آج تمہارا انجام بھی انہیں کے ساتھ ہو گا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (سورۃ المائدہ)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے اُن کو دوست بنائے گا وہ بھی اُنہیں میں سے ہو گا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا“ (القرآن)

”اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے اُن کو دوست بنائے گا وہ بھی اُنہیں میں سے ہو گا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

مسلمانوں کی پستی، زبوں حالی اور غیروں کے رحم و کرم پر ہونے کی پیشنگوئی نبی کریم ﷺ نے چودہ سو برس پہلے ہی فرما دی تھی۔ اور اِس کی وجوہات بھی بتا دی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: ”وہ زمانہ آ رہا ہے کہ (دنیا کی) قومیں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالے پر کرتے ہیں۔“

صحابہ کرامؓ نے عرض کی: ”یارسول اللہ ﷺ! کیا اس زمانے میں ہم مسلمان تعداد میں کم ہو جائیں گے؟“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، تم ان دنوں بہت زیادہ تعداد میں ہو گے، لیکن تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی جیسے سیلاب کے پانی کی سطح پر جھاگ اور خس و خاشاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھا دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔“

ایک صحابیؓ نے پوچھا: ”یارسول اللہ ﷺ وہ کمزوری کیسی ہو گی؟“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”دنیا کی محبت اور موت سے کراہت۔“ (مسند احمد)

ذرا غور کیجئے، صحابہ کرامؓ تو چند ہزار نفوسِ قدسیہ تھے۔ انہوں نے بہت زیادہ بھی امت کو چند لاکھ پر قیاس کیا ہو گا۔ وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے ہوں گے کہ وہ وقت بھی آئے گا جب اس اُمت کی تعداد ڈیڑھ ارب کے قریب کے قریب ہو گی اور پھر بھی وہ دنیا میں بے بس، لاچار، کمزور، پسی ہوئی اور مظلوم ہو گی۔ دراصل جب انسان دنیاداری میں پڑ جائے تو پھر موت کے تصور سے بھی گھبراتا ہے اور ہر صورت میں موت سے بچنا، اس سے بھاگنا اُس کا دین و ایمان بن جاتا ہے۔ یہ چیز دنیا پرستی کا لازمی نتیجہ ہے۔ ایک آدمی جتنا زیادہ دنیا کے اندر پیوست ہو گا، اتنا ہی موت اُسے مشکل نظر آئے گی، اور وہ کبھی بھی موت کو خوش آمدید نہیں کہے گا۔

اِس تمام تر صورتحال کا علاج توبہ ہے۔ توبہ ندامت و شرمندگی کے ساتھ اللہ کی جانب پلٹنا ہے۔ اور اگر آپ شعوری طور پر اللہ کی جانب رُخ کرتے ہیں تو پھر ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ زندگی کے بعض معاملات میں تو اس کی اطاعت کریں اور بعض کو اطاعت سے آزاد چھوڑ دیں، نہیں بلکہ آپ کو زندگی کے تمام معاملات میں اُس کے احکامات کی پیروی کرنی ہو گی۔ اُس کا حکم ہے ﴿اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً﴾ ”دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔“ اسلام کے معنی ہی سر تسلیم خم کر دینے کے ہیں۔ ”مسلم“ وہ ہے جو اللہ کی فرماں برداری کرے۔ آپ مسلمان ہونے کے مدعی ہوں اور حال یہ ہو کہ اللہ کی مرضی کی بجائے ہر جگہ اپنے نفس کی پیروی ہو رہی ہے تو یہ کہاں کی مسلمانی ہے۔ یا آپ نماز، روزہ تو کریں، لیکن زندگی کے دوسرے معاملات میں شیطان کی پیروی کریں تو ظاہر ہے یہ طرزِ عمل ایمان کے منافی ہو گا۔ اگر آپ اس لیے نماز پڑھتے ہیں کہ اُسے اللہ نے فرض کیا ہے تو سود، جوئے اور بے حیائی کو بھی اُسی اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، ان سے بھی بچیے۔ ان معاملات میں بھی شیطان کے راستے کو ترک کر کے رحمان کے راستے پر آ جائیے۔ امت پر آج جو شدائد آ رہے ہیں، وہ بھی اسی لیے ہیں تاکہ مسلمان اللہ کی جانب لوٹ آئیں۔ اپنا قبلہ درست کر لیں۔ شیطان کے راستے کو چھوڑ کر اللہ کے راستے پر آئیں۔ ابلیسی تہذیب، معاشرت اور معیشت کو ترک کر کے صراطِ مستقیم کو اختیار کریں۔ اگر بحیثیت مجموعی ہماری قوم اپنی حالت تبدیل کر لے تو اللہ کی رحمت ہمارے شامل ہو سکتی ہے، اور سربلندی ہمارا مقدر ہو سکتی ہے۔

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں لوٹ کے آ سکتی ہے، چمن سے روٹھی بہار اب بھی

اور اگر مجموعی طور پر قوم اپنی اصلاح پر آمادہ نہیں ہوتی تو وہ لوگ جو اپنی حالت سدھار لیں گے، وہ اپنی آخرت سنوار لیں گے، اپنا ایمان بچا لیں گے اور یہی اصل کامیابی ہے، ورنہ دجالی دور میں ایمان بچانا انتہائی مشکل ہو گا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت دجال پر ایمان لے آئے گی۔ دجال کے ایک ہاتھ میں جنت ہو گی اور دوسری میں جہنم۔ جو شخص اُس کی جنت کو قبول کرے گا وہ حقیقت میں جہنم میں جائے گا۔ اور جو اُس کی جہنم کو اپنائے گا، زمانے کی سختیوں کو برداشت کرے گا، وہ جنت کے راستے کا راہی ہو گا۔ آج ہمیں دجالی تہذیب کا سامنا ہے۔ ابلیسی قوتیں باہم مل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسرِپیکار ہیں۔ دشمن کے مقابلہ کے لیے ہمیں اللہ کی مدد درکار ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اُس کی جانب رجوع کریں۔ اُسی کو مدد کے لیے پکاریں۔ وہ ہماری پکار کا جواب دے گا اور ہماری دعائیں قبول فرمائے گا۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝﴾

”اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک رستہ پائیں۔“

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اسلام کے خلاف کفریہ طاقتوں کی سازشوں کو ناکام بنائے۔ (آمین)

انسانی حقوق اور مغرب

مغربی دنیا سے کھری کھری باتیں

اقوام متحدہ کے زیر اہتمام انسانی حقوق کے حوالے سے 3، 4 اور 5 نومبر 2008ء کو جنیوا (سوئٹزر لینڈ) میں منعقدہ بین الاقوامی سیمینار میں پاکستانی مندوب کی حیثیت سے سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو کی تقریر کا اردو ترجمہ

سب سے پہلے میں آپ حضرات کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اقوام متحدہ کے اس ہیڈ کوارٹر میں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع عنایت کیا۔

چونکہ یہ تین روزہ سیمینار انسانی حقوق سے متعلق ہے جس میں دنیا بھر سے تقریباً 59 ممالک کے منتخب نمائندے شریک ہیں، اس لئے میں کوشش کروں گا کہ عنوان کے حوالے سے کچھ باتیں آپ کے سامنے عرض کروں۔ ہیومن رائٹس (انسانی حقوق) کی بہت بڑی اہمیت ہے اور اب وقت آن پہنچا ہے کہ انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے محنت کو تیز کیا جائے اور اقوام متحدہ کو بھی اس حوالے سے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

حقوق انسانی کا عالمی چارٹر جس کو UDHR (Universal Declaration of Human Rights) کہا جاتا ہے، اس کو 1948ء میں منظور کیا گیا تھا۔ 48 ممالک نے اس ڈکلیریشن کی حمایت میں ووٹ دیا تھا جن میں پاکستان بھی شامل تھا، اس کے بعد دنیا بھر کے اسلامی ممالک کی تنظیم OIC نے 1990ء میں قاہرہ میں ایک اجتماع کیا تھا۔ جس میں حقوق انسانی کے حوالے سے ایک چارٹر منظور کیا گیا تھا جس کو CDHRI (Cairo Declration of Human rights in Islam) کا نام دیا گیا تھا، جس پر OIC میں شامل تمام اسلامی ملکوں کے وزراء خارجہ نے دستخط کیے تھے۔

UDHR کے بعد CDHRI انسانی حقوق کے حوالے سے ایک اہم دستاویز ہے، ہم جس طرح UDHR کا احترام کرتے ہیں اسی طرح CDHRI کی بھی عزت کرتے ہیں اور ان دونوں دستاویزات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

لفظ اسلام کے معنی ہیں سلامتی اور لفظ ایمان کے معنی ہیں امن۔ یہی سبب ہے کہ ہم مسلمان امن اور سلامتی کی بات کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارا دین ہمیں امن اور سلامتی کا درس دیتا ہے، لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ دنیا بھر کے لوگوں کو امن اور سلامتی نصیب ہو اور تمام لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق ملیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور تمام آسمانی کتابوں میں حقوق انسانی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے

> اس وقت فلسطین، عراق اور افغانستان میں بے گناہ لوگوں کا جو قتل عام ہو رہا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ انسانی حقوق کی پامالی اور کھلم کھلا خلاف ورزی ہے، اس لیے اقوام متحدہ اس قتل عام کو فوری طور پر بند کرائے

تمام نبیوں نے بھی انسانی حقوق کے تحفظ کی بات کی ہے، اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا، وہ خطبہ انسانی حقوق کے سلسلہ میں ایک اہم پیغام تھا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر کا یہ خطبہ حقوق انسانی کا پہلا بین الاقوامی چارٹر (First International Charter of Human Rights) تھا۔ اس وقت دنیا کی جو صورتحال بنی ہوئی ہے، اس میں امت مسلمہ یہ محسوس کر رہی ہے کہ اقوام متحدہ کی تمام قراردادیں اور UDHR کے تمام قوانین صرف کمزور ممالک کے لیے ہیں، طاقتور ممالک اقوام متحدہ کی قراردادوں اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی چارٹر کی کوئی پروا نہیں کر رہے۔ آج کی اس بین الاقوامی کانفرنس میں چند اہم باتوں کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں:

1۔ اس وقت فلسطین، عراق اور افغانستان میں بے گناہ لوگوں کا جو قتل عام ہو رہا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ انسانی حقوق کی Violation اور کھلم کھلا خلاف ورزی ہے، اس لیے اقوام متحدہ اس قتل عام کو فوری طور پر بند کرائے۔

2۔ اسی طرح پاکستان کے قبائلی علاقہ جات (Fata) میں جس طرح باہر کے لوگ جبری طور پر آ کر ہمارے بے گناہ لوگوں کو مار رہے ہیں اور بیرون ممالک کے طیارے ہماری سرحدوں کو روندتے ہوئے فاٹا میں جس طرح بمباری کر رہے ہیں اس پر پاکستان کو سخت تشویش ہے، میں مطالبہ کرتا ہوں کہ ہماری سرحدوں (Borders) کا احترام کیا جائے اور ہمارے قبائلی علاقوں پر کی جانے والی بمباری کو بلا تاخیر رکوایا جائے۔

3۔ کچھ عرصہ قبل ڈنمارک کے اخبارات نے اور اس کے بعد کافی مغربی ممالک کے اخبارات نے ہمارے آقا، اللہ پاک کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے گستاخانہ کارٹون اور خاکے شائع کیے۔ اس عمل سے ہمارے جذبات مجروح ہوئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر قابل احترام ہیں۔ کسی بھی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی پیغمبر کی توہین کرے یا ان کے گستاخانہ کارٹون چھاپے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے، اس عمل کو فوراً رکوایا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس عمل کا مقصد صرف اور صرف مسلمانوں کی دل آزاری ہے، آزادیٔ اظہار کا عنوان دے کر اس عمل کو کسی بھی قیمت پر جائز قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق تمام مذہبوں کا احترام ضروری ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس عمل کے ذریعہ اقوام متحدہ کے چارٹر کی بھی توہین کی گئی ہے۔ اس لیے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ ایسا عمل کرنے والوں کو سخت سزائیں دلوائی جائیں اور آئندہ کے لیے اس عمل کو نہ دہرانے کی ضمانت مہیا کی جائے۔

4۔ مسلمانوں کی بے گناہ بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی، جس نے دس سال امریکہ میں تعلیم حاصل کی اور Genetics میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، وہ 2002ء میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد پاکستان واپس آئی۔ وہ دوبارہ 2003ء میں امریکہ واپس گئی، جہاں پر اس

نے نوکری اور ملازمت کے لیے مختلف اداروں میں درخواستیں جمع کرائیں اور پھر پاکستان واپس لوٹی۔ کراچی میں وہ اپنی والدہ کے ہاں مقیم تھی۔ 30 مارچ 2003ء کو وہ گلشن اقبال کراچی سے اپنے تین معصوم بچوں سمیت ایئرپورٹ کے لئے ایک ٹیکسی کار میں سوار ہوئی۔ اس دن اس کو کراچی سے راولپنڈی جانا تھا، لیکن افسوس کہ کراچی ایئرپورٹ پر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں اسے انٹیلی جنس کے اداروں نے اٹھالیا اور فوری طور پر اسے امریکہ کی انٹیلی جنس FBI کے حوالے کردیا گیا۔ اس وقت اس کی عمر 30 سال تھی، اس کے بڑے بیٹے کی عمر چار سال اور سب سے چھوٹے بچے کی عمر صرف ایک مہینہ تھی۔ کافی عرصہ تک وہ گم تھی، کسی کو پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اس کے وارث سخت پریشان تھے۔ اچانک برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈز کے رکن لارڈ نذیر احمد نے ہاؤس آف لارڈز میں تقریر کی کہ پاکستان کی ایک عورت بگرام جیل میں قید ہے

بدترین خلاف ورزی ہے۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو فوراً آزاد کیا جائے۔ اقوام متحدہ اس سلسلہ میں ہماری مدد کرے۔

5۔ ہمارا ایمان ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محترم اور قابل احترام ہیں اسی طرح اللہ کی کتابیں بھی محترم اور قابل احترام ہیں، کسی بھی شخص کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی پیغمبر یا اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب کے بارے میں گستاخی کرے لیکن افسوس کہ حال ہی میں نیدرلینڈ والوں نے قرآن پاک کے خلاف ایک فلم بنائی، جس میں قرآن پاک کے خلاف گندی زبان استعمال کی گئی اور قرآن پاک کو فتنہ اور فساد پھیلانے والی کتاب قرار دیا گیا۔ یہ چیز کسی بھی قیمت پر برداشت کے قابل نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک منظم سازش کے تحت ہم مسلمانوں کے ساتھ زیادتی کی جارہی ہے، جس کا سد باب ہونا چاہیے۔

جدوجہد کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ کیا آپ ایسے لوگوں کو دہشت گرد Terrorist کہیں گے؟

ہم تو ایسے لوگوں کو آزادی کا علمبردار اور حریت پسند (Freedom Fighter) سمجھتے ہیں۔

اقوام متحدہ کی قراردادوں میں بھی یہ وضاحت موجود ہے کہ اگر کوئی ملک کسی دوسرے ملک پر جبری قبضہ کرنے کی کوشش کرے تو اس علاقہ کے لوگوں کو اپنی دھرتی اور اپنے ملک کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

اس لیے میں گزارش کر رہا ہوں کہ دہشت گردی کی تعریف (Defination) مقرر کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک دہشت گردی کے بنیادی اسباب ختم نہیں ہوں گے تب تک دہشت گردی سے جان نہیں چھوٹے گی۔ میرے خیال کے مطابق طاقت کا ناجائز استعمال، کسی بھی ملک پر ناجائز قبضہ، لوگوں کو زبردستی اپنا غلام بنانے کی کوشش اور سیاسی اور سماجی ناانصافی اس کے بنیادی اسباب ہیں۔ ان چیزوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ میرے خیال کے مطابق دہشت گردی کے عمل کو کسی مذہب یا قوم کے ساتھ منسلک کرنا درست نہیں ہے۔

ہم دہشت گردی کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ دہشت گردی کی تعریف مقرر کی جائے۔ آپ اُن لوگوں کو کیونکر دہشت گرد کہہ سکتے ہیں جو اپنے تحفظ، اپنی دھرتی کے تحفظ اور اپنے علاقہ کے تحفظ کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں

جسے قیدی نمبر 650 کہا جاتا ہے۔ اس پر وحشیانہ تشدد کیا جارہا ہے۔ جیل کے افسر اس کی عزت لوٹ رہے ہیں۔ اس عورت کو مرد قیدیوں کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ اس انکشاف کے بعد برطانیہ کی ایک صحافی خاتون مس رڈلی پاکستان آئی اور اس نے بتایا کہ یہ قیدی نمبر 650 جو افغانستان کے بگرام ایئربیس والے جیل میں موجود ہے جس پر بے تحاشا تشدد کیا جارہا ہے اس کی چیخ و پکار کی وجہ سے لوگ تڑپ اٹھتے ہیں وہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی ہیں۔

اس کے بعد ہم نے پاکستان کی سینٹ میں احتجاج کیا۔ ہمارے ساتھیوں نے قومی اسمبلی میں احتجاج کیا۔ پورے پاکستان میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ چنانچہ اس وقت ڈاکٹر عافیہ صدیقہ کو افغانستان سے امریکہ منتقل کیا گیا۔ زبردست کوششوں کے بعد اس کا ایک بچہ پاکستانی حکومت کے حوالے کیا گیا، جبکہ اس کے دو معصوم بچے ابھی تک گم ہیں۔ ہمیں شک ہے کہ ان دونوں بچوں کو قتل کردیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی حالت انتہائی خراب ہے۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انسانی حقوق کی Violation اور

6۔ پاکستان سمیت دنیا بھر کے بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں پر غربت، بھوک، بیروزگاری، افلاس، تعلیم اور صحت کا فقدان ہے۔ لوگ سخت پریشان ہیں۔ میں اقوام متحدہ کی وساطت سے تمام امیر ملکوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ غریب ممالک کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے ان کی مدد کریں۔

7۔ ہم دہشت گردی کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ جہاں پر بھی کوئی دہشت گردی ہوئی ہے، ہم نے اس کی مذمت کی ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ دہشت گردی کی تعریف مقرر کی جائے کہ دہشت گردی کی Defination کیا ہے؟ کیونکہ ابھی تک یہ واضح نہیں ہے کہ آپ کس کو دہشت گرد کہہ رہے ہیں؟

ہم دیکھ رہے ہیں کہ بہت سی جگہوں پر کچھ لوگ اپنے تحفظ، اپنی دھرتی کے تحفظ، اپنے علاقہ کے تحفظ کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ باہر سے کچھ لوگ آتے ہیں، کسی علاقے پر قبضہ کرلیتے ہیں اور اس علاقہ کے لوگوں پر جبری حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مقامی لوگ اسے تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے وہ اغیار کو بھگانے کے لئے

8۔ میں آپ سے یہ بھی التماس کرتا ہوں کہ عدل و انصاف کے تمام قوانین دنیا بھر کے تمام ممالک پر یکساں طور پر نافذ کیے جائیں کیونکہ اس وقت سارے قوانین کمزوروں پر نافذ کیے جارہے ہیں جبکہ طاقتور ممالک ڈنڈے کے زور پر جو چاہتے ہیں کرلیتے ہیں اور ان کو روکنے اور ٹوکنے والا ابھی کوئی نہیں ہوتا۔

9۔ اس وقت طاقتور ممالک جو اپنے آپ کو انسانی حقوق کا چیمپئن کہلواتے ہیں وہ خود انسانی حقوق کو پامال کر رہے ہیں۔ جس کی واضح مثال گوانتاناموبے، ابوغریب اور بگرام کے ٹارچر سیل ہیں، میں مطالبہ کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا تینوں بدنام زمانہ ٹارچر کیمپ فوری طور پر بند کروائے جائیں۔ (یاد رہے یہ تقریر نومبر 2008ء کی ہے)

10۔ میں امید کرتا ہوں کہ اقوام متحدہ کے اہلکار اور عہدیدار اور اس اجتماع میں موجود دنیا بھر کے ممالک کے نمائندے میری گزارشات پر ہمدردی کے ساتھ غور کریں گے۔ اور ایسا ماحول پیدا کریں گے جس کے نتیجے میں دنیا بھر کے تمام لوگ امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں گے اور اپنے اپنے عقیدے کے مطابق اپنا وقت گزار سکیں گے۔ (آپ کی توجہ کا شکریہ)

✿✿✿✿✿

☆ حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے سبب فوج اور عوام ایک دوسرے کے خلاف حالت جنگ میں ہیں

☆ ہمارے بچاؤ کا واحد راستہ اللہ کی جناب میں سچی توبہ اور اپنے اعمال کی اصلاح ہے **حافظ عاکف سعید**

☆ عیسائی زائنسٹ پاکستان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے یا کم از کم اس کے ایٹمی دانت توڑنے کے درپے ہیں

☆ موجودہ صورتِ حال کا واحد علاج یہ ہے کہ اللہ کی جناب میں توبہ کی جائے تاکہ اللہ کی رحمت جو ہم سے روٹھ گئی ہے، دوبارہ ہماری جانب متوجہ ہو جائے **ڈاکٹر اسرار احمد**

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام ''ہفتہ توبہ کی منادی'' کے پروگرام

رپورٹ: وسیم احمد

ملک و ملت کے دگرگوں حالات کے پیش نظر اکابرین تنظیم اسلامی کے دروس و خطابات میں اکثر ان خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ پاکستان کے بچاؤ کا واحد راستہ اللہ کی جناب میں انفرادی واجتماعی توبہ کے ذریعے اپنے اعمال کی اصلاح کرنے میں ہے۔ لہٰذا تنظیم اسلامی کی مجلس عاملہ کے فیصلے کی روشنی میں ملکی سطح پر ''ہفتہ توبہ کی منادی'' کے ضمن میں حلقہ جات کو عوام الناس سے رابطہ کر کے پورے سیاق وسباق کے ساتھ اس فکر کو ان کے گوش گزار کرنے کی ہدایات ملیں۔ حلقہ لاہور کے امیر جناب محمد جہانگیر نے مقامی امراء تنظیم سے مشاورت کے بعد اس مہم کے کامیاب انعقاد کے لیے 11 جنوری کو رفقاء تنظیم اسلامی کا خصوصی اجتماع طلب کیا۔ اس اجتماع میں ہفتہ توبہ کی منادی کے انعقاد کے لیے باہمی مشورے کے بعد تفصیلی لائحہ عمل طے کیا گیا۔ حلقہ لاہور کی سطح پر جو پروگرام منعقد ہوئے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ رفقاء تنظیم اسلامی نے اس مہم کے لیے پچاسی ہزار ہینڈ بل تقسیم کیے۔ 250 بینرز اور 650 پول ہینگرز شہر کی اہم سڑکوں و چوراہوں پر آویزاں کیے گئے۔ اس طرح کافی تعداد میں پلے کارڈز اور سٹکرز بھی بنوائے گئے۔ 6 مقامات پر تعارفی کیمپ لگائے گئے، جہاں سے اس پروگرام کے بارے میں مکمل آگاہی کا بندوبست کیا گیا۔ انہی تعارفی کیمپوں میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے دیگر پروگراموں کی ویڈیوز بھی چلائی جاتی رہیں۔ ایک موبائل وین کے ذریعے دعوتی ہینڈ بل کی تقسیم اور خصوصی گفتگو کا انتظام کیا گیا۔ لاہور کی اہم مارکیٹوں اور مساجد میں اس مہم کے حوالے سے اظہار خیال کیا گیا اور مختلف مقامات پر ریلی اور واک کے ذریعے توبہ کی منادی کی گئی۔ نایاب شادی ہال علامہ اقبال ٹاؤن، پرل شادی ہال واپڈا ٹاؤن، مسجد صوفی سوپ، جوڑے پل اور دھرم پورہ میں خصوصی پروگرام منعقد کیے گئے۔ روزنامہ نوائے وقت، جنگ اور اسلام میں اس مہم کے حوالے سے اشتہارات شائع کروائے گئے۔ سٹی 42 ٹی وی چینل پر اس مہم کے آخری پروگرام یعنی ''توبہ مارچ'' کا اعلان Ticker کی صورت میں چلوایا گیا۔ الغرض رفقاء تنظیم اسلامی پورا ہفتہ برکت والی حرکت میں نظر آئے۔ راقم روزانہ پورے لاہور میں منعقد ہونے والے پروگراموں کی تفصیل پر مبنی پریس ریلیز اخبارات کو جاری کرتا رہا جو وقتاً فوقتاً اخبارات کی زینت بنی۔ امیر حلقہ نے رفقاء کو توبہ مارچ کے حوالے سے مسجد دارالسلام میں جمعہ پڑھنے کی ہدایت کی تھی، جہاں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے توبہ مارچ سے قبل اپنے خطاب جمعہ میں اس مہم کے حوالے سے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ عالم کفر پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کر چکا ہے۔ ہمارے حکمران اور مراعات یافتہ طبقہ اقتدار کے نشہ میں مست ہے۔ حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے سبب فوج اور عوام ایک دوسرے کے خلاف حالت جنگ میں ہیں۔ امریکی میزائل حملوں کو اب ہم نے زندگی کا حصہ سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔ ہم نے قیام پاکستان کے وقت اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ تو ہمیں ایک قطعہ اراضی عطا فرما، ہم اس میں تیرا دین اسلام نافذ کریں گے۔ مگر ہم اپنے وعدے سے منحرف ہو گئے۔ محمد عربیؐ کے لائے ہوئے دین حق کو نافذ کرنے کی بجائے ابلیسی تہذیب اور سودی معیشت کو اپنا قومی شعار بنا کر اپنے رب سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے بچاؤ کا واحد راستہ اللہ کی جناب میں سچی توبہ اور اپنے اعمال کی اصلاح ہے۔ آیئے اپنے رب سے کیے ہوئے عہد کو نبھانے کا عزم تازہ کریں اور انفرادی واجتماعی سطح پر توبہ کریں۔ پاکستان کو اسلامی فلاحی مثالی ریاست یعنی خلافت راشدہ کا نمونہ بنانے کے لیے اپنا تن من دھن لگانے کا عزم مصمم کریں، تاکہ اللہ کی نصرت وحمایت ہمیں حاصل ہو سکے۔ یہی وہ راستہ ہے جس کو اختیار کر کے ہم امریکہ، اسرائیل اور بھارت سمیت تمام اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد رفقاء تنظیم اسلامی اور اہلیان لاہور کی کثیر تعداد امیر تنظیم اسلامی کی اپیل پر مسجد دارالسلام سے مسجد شہداء تک مارچ کے لیے باغ جناح کے گیٹ پر موجود تھی۔ اس منظم اور پُرامن مارچ کی قیادت امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کی۔ جبکہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد خطاب جمعہ قرآن اکیڈمی کے بعد مارچ میں شرکت کے لیے تشریف لائے اور چیئرنگ کراس مال روڈ سے مسجد شہداء تک توبہ مارچ میں شرکت فرمائی اس مارچ میں شریک رفقاء تنظیم اسلامی و دیگر اہلیان لاہور کا نظم وضبط قابل دید

ڈاکٹر اسرار احمد تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام مال روڈ پر ''توبہ مارچ'' کے شرکاء سے خطاب کر رہے ہیں اور حافظ عاکف سعید سٹیج پر تشریف فرما ہیں

تھا۔ اس موقع پر بڑی تعداد میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے نمائندے اس پروگرام کی کوریج کے لیے موجود تھے۔ توبہ مارچ کے آخری مرحلے پر بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد شہداء میں خصوصی خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ہر کس و ناکس اور پاکستان کے جملہ خواص و عوام پاکستان کو لاحق اندرونی اور بیرونی خطرات سے شدید پریشان ہیں۔ اگرچہ اس سے قبل بھی پاکستان کی اکسٹھ سالہ تاریخ کے دوران حقیقی استحکام کے دن کم ہی آئے ہیں، لیکن اس وقت تو حال یہ ہے کہ ہر سوچنے اور سمجھنے والا انسان پاکستان کے مستقبل کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہے۔ یہاں تک کہ ہماری نئی نسل کی اکثریت تو پاکستان کے قیام کے جواز ہی کے بارے میں ذہنی طور پر منقسم ہو چکی ہے۔ اور اس کی انتہا یہ ہے کہ حال ہی میں پاکستان کے سب سے بڑے اُردو روزنامے میں ڈنکے کی چوٹ کہا جا رہا ہے کہ خود علامہ اقبال اور قائداعظم پاکستان کے تصور سے دستبردار ہو گئے تھے۔ اب یہاں پر سوال پیدا ہوا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ کچھ لوگ جمہوریت کی دہائی دیتے ہیں اور ساری بیماریوں کا سبب اسے قرار دیتے ہیں کہ یہاں جمہوریت کو پنپنے نہیں دیا گیا، حالانکہ پاکستان میں جمہوریت کا نہ چل سکنا اصل مرض نہیں بلکہ ایک زیادہ گہرے مرض کا نتیجہ یا علامت ہے۔ اصل سبب اللہ کا عذاب یا اس کی پکڑ ہے جس کا سب سے بڑا مظہر اخلاق اور کردار کا بحران ہے۔ چنانچہ صداقت، امانت، ایفائے عہد اور تحمل و برداشت ایسے محاسنِ اخلاق کے اعتبار سے ہم بحیثیتِ قوم دیوالیہ ہو چکے ہیں اور جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت اور مشتعل مزاجی ہمارے قومی مزاج کے عناصر اربعہ کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور یہ اس لیے ہے کہ ہم نے بحیثیت قوم اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے ایک عہد کی خلاف ورزی کی، جس کی سزا کے طور پر سورۃ التوبہ کی آیات 75 تا 77 کے مطابق ہم پر سزا کے طور پر منافقت کا مرض مسلط کر دیا گیا۔ کوئی مانے یا نہ مانے پاکستان کا قیام واقعتاً ایک معجزہ تھا، جو صرف اس لیے ظہور پذیر ہوا کہ مسلمانانِ ہند نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ ہمیں انگریز کی غلامی کے خاتمے پر ہندو کی غلامی میں مبتلا ہونے سے بچا لے اور ہمیں ایک علیحدہ سلطنت عطا فرما دے، ہم اس میں تیرے دین کا بول بالا کریں گے اور بقول اقبال و جناح عہد حاضر میں اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کی ایک عملی مثال پیش کریں گے، اور اس طرح شہادت حق علی الناس کا فریضہ ادا کریں گے۔ اس پر اللہ نے جو کیا وہ وہی تھا جو سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 129 کے مطابق بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا: ”کہ عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں اقتدار عطا کر دے گا اور پھر دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو۔“ چنانچہ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ پاکستان کا قیام گاندھی جیسے عظیم لیڈر اور انڈین نیشنل کانگرس جیسی عظیم جماعت کی موت کے مترادف تھا۔ لیکن پھر ہم نے بھی اللہ سے وعدہ خلافی کی، چنانچہ اس کے نتیجے میں سورۃ التوبہ کی آیت 75 تا 77 کے مطابق ہم پر اجتماعی طور پر منافقت مسلط کر دی گئی جس کی نبی اکرمؐ کے فرمان کے مطابق چار علامات ہیں۔ جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، اور مشتعل مزاجی۔ یہی چار بیماریاں ہماری سیاست میں گھسیں تو سیاسی عدم استحکام اور خالص مفاد پرستی پر مبنی جوڑ توڑ کا رواج ہوا۔ پھر یہی روگ انتظامیہ میں سرایت کر گیا تو گڈ گورننس کا فقدان پیدا ہوا، پھر اسی سے کرپشن کی دیمک نے جنم لیا جو قومی معیشت کو اندر سے کھوکھلا کر گئی اور اس کے ساتھ ساتھ قومی بینک قومی دولت کو لوٹنے کا ذریعہ بنے۔ پھر اسی سے انصاف بکاؤ مال بنا اور عدالتیں سودا بازی کا اڈا بن گئیں اور آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کچھ مستثنیات کو چھوڑ کر جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی بڑا جھوٹا ہے، جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی بڑا وعدہ خلاف ہے اور جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی بڑا خائن ہے اور ظاہر ہے کہ ”بڑوں“ کی خیانت ہزاروں لاکھوں نہیں کروڑوں اربوں کی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس اخلاقی بحران پر مستزاد نفاق کی سزا کا ایک ظہور نفاق باہمی کی صورت میں ظاہر ہوا جس کے نتیجے میں ہم ایک قوم نہیں رہے بلکہ ہم قومیتوں میں تحلیل ہو چکے ہیں، جس کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ ہر صاحب بصیرت شخص کے نزدیک پاکستان کی زرعی معیشت اور توانائی کے لیے ناگزیر کالا باغ ڈیم نہ اب تک بن سکا ہے نہ اس کا مستقبل میں کوئی امکان ہے۔ ان جملہ منافقتوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ ہمارا دستورِ مملکت منافقت کا پلندہ ہے، کیوں کہ اس میں اصولاً پورا اسلام موجود ہے لیکن ساتھ ہی ایسے چور دروازے بھی رکھ دیے گئے ہیں کہ اس پر عمل درآمد کی نوبت ہی نہ آ سکے۔ منافقت کے اس عمومی عذاب کے ساتھ ساتھ ملک کے دولخت ہونے اور بھارت کے ہاتھوں بدترین شکست کا کلنک کا ٹیکہ پیشانی پر لگنے کا کوڑا ہماری پیٹھ پر پڑا اور اس وقت ایک جانب بلوچستان میں بغاوت چل رہی ہے دوسری جانب سرحد کے بڑے حصوں میں داخلی طور پر بدامنی اور باہمی قتل و غارت کا دور دورہ ہے۔ مزید براں سرحد پار سے ہوائی جہاز آ کر بمباری بھی کر کے چلے جاتے ہیں اور ہم احتجاج تک نہیں کر سکتے۔ ادھر بین الاقوامی سطح پر ایک طرف موجودہ حالات کو اکیسویں صدی کا سب سے بڑا موقع قرار دیتے ہوئے یہودی اور ان کے آلہ کار عیسائی زائنسٹ پاکستان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے یا کم از کم اس کے ایٹمی دانت توڑنے کے درپے ہیں اور دوسری جانب بھارت اپنے اکھنڈ بھارت کے دیرینہ خواب کی تعبیر کے لیے کوشاں ہے۔ اس صورتِ حال کا واحد علاج یہ ہے کہ اللہ کی جناب میں توبہ کی جائے اور تلافی مافات کے لیے کمر کو کس لیا جائے، تا کہ اللہ کی رحمت جو ہم سے روٹھ گئی ہے، دوبارہ ہماری جانب متوجہ ہو جائے۔ توبہ کے تین لازمی اجزاء یہ ہیں کہ اولاً ہم انفرادی طور پر اپنے کردار کو جھوٹ، بدعہدی، خیانت اور مشتعل مزاجی سمیت جملہ رذائل اخلاق سے پاک کریں۔ ثانیاً ﴿ادخلوا فی السلم کافۃ﴾ کے مطابق پوری شریعت پر عمل پیرا ہوں اور ثالثاً اللہ سے یہ عہد کر لیں کہ پروردگارا! آئندہ میری زندگی کا مقصد پاکستان میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام اور شریعتِ محمدیؐ کا نفاذ ہوگا، چنانچہ اسی کے لیے میرا جینا ہوگا اور اسی کے لیے میرا مرنا ہوگا۔ پھر بالفعل کسی نہ کسی ایسی جماعت میں شامل ہو کر اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو بروئے کار لائیں جو اللہ کے دین کو بتمام و کمال اور بمطابق اسوہ و منہج رسولؐ قائم کرنے کی جدوجہد کرے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ توبہ کی اس منادی سے پاکستان کے طول و عرض کو گونجا دیں تاکہ قوم کی ایک معتدبہ تعداد اس عملی توبہ میں شریک ہو جائے اور اس کے نتیجے کے طور پر جس طرح اجتماعی توبہ کی صورت میں قوم یونسؑ پر سے عذاب کے آثار شروع ہونے کے بعد عذاب ٹل گیا تھا، اسی طرح ہم پر سے بھی عذابِ الٰہی ٹل جائے اور ہمیں اللہ تعالیٰ ایک نئی مہلت عمر عطا فرما دے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی رقت آمیز دعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اگرچہ بانی محترم کے توبہ مارچ کے اختتامی خطاب پر ”ہفتہ توبہ کی منادی“ کا طے شدہ پروگرام ختم ہو گئے تھے لیکن تنظیم اسلامی گڑھی شاہو کے زیر اہتمام 25 جنوری بروز اتوار بانی تنظیم اسلامی نے بندھن شادی ہال میں ”توبہ کی اہمیت اور موجودہ حالات میں کرنے کا کام“ کے موضوع پر ایک جلسہ سے خصوصی خطاب فرمایا اس موقع پر کثیر تعداد میں خواتین و حضرات موجود تھے۔

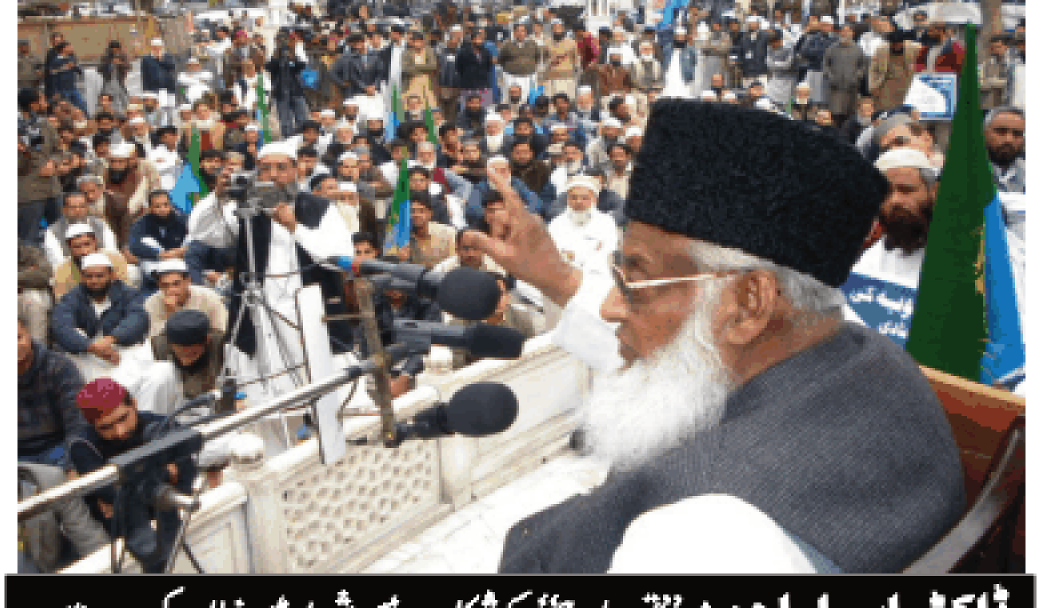

ڈاکٹر اسرار احمد ”توبہ مارچ“ کے شرکاء سے مسجد شہداء میں خطاب کر رہے ہیں

بیان القرآن

عام فہم انداز میں اور اختصار کے ساتھ پیغام قرآنی کو عام کرنے کی مخلصانہ کوشش ہے

مولانا الطاف الرحمٰن بنوی کا مقالہ

جو بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کی تالیف "بیان القرآن" کی تقریب رونمائی منعقدہ 18 جنوری بمقام پرل کانٹی نینٹل پشاور میں پڑھا گیا

قرآن کریم کے مفصل اور مکمل تعارف کے سلسلے میں حضرت علی ؓ کی وہ روایت بڑی اہمیت کی حامل ہے جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی نئی نئی طبع شدہ تفسیر "بیان القرآن" (جلد اوّل) کے مقدمہ کے اخیر میں زیر بحث آئی ہے۔ اس روایت کا ایک ایک جملہ بہت سے مسلّمہ حقائق کا ترجمان ہے اور آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ لیکن سر دست اس پر گفتگو مطلوب نہیں۔ آج کی اس نشست میں آغاز سخن کے طور پر اس حدیث کے ان ابتدائی دو جملوں کے حوالے سے بات کرنا پیش نظر ہے جس میں آنحضور ﷺ نے آنے والے ایک بہت بڑے فتنے کا ذکر فرمایا ہے اور حضرت علیؓ کے اِس استفسار پر کہ یارسول اللّٰہ ماالمخرج منھا یعنی: اے اللہ کے رسولؐ اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپؐ نے جواباً فرمایا: قرآن حکیم یعنی اللہ کی کتاب سے تمسک کے ذریعے ہی فتنے سے بچا جا سکتا ہے۔

امور مستقبلہ کے بارے میں کوئی متعین بات کہنی ظاہر ہے کہ علم غیب سے متعلق ہے جس کی بروئے آیت قرآنی ﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل:65) نبی کریم ﷺ سے بھی نفی کی گئی ہے، تاہم فتن و ملاحم کے بارے میں پیشین گوئیوں کی بابت پوری امت کا یہ عقیدہ ہے کہ بروئے آیت ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝﴾ (النجم) نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کی خبریں القائے الٰہی اور وحی ربانی کے ذریعے سے دی ہیں، جو ایمان و ایقان پیدا کرنے میں تمام علمی ذرائع سے بڑھ کر ہیں۔

اس حدیث میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے جس فتنے کی آمد کی خبر دی ہے، اس سے کون سا فتنہ مراد ہے؟ گو اکثر محدثین اور ان کے اتباع میں ڈاکٹر صاحب نے بھی مشاجراتِ صحابہؓ بالخصوص شہادت حضرت عثمانؓ اور اس کے جوف سے برآمد ہونے والے قتل مقاتلے کے افسوس ناک سلسلے کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ہماری تاریخ کے اندوہ ناک واقعات ہیں جن سے پیدا شدہ گھاؤ نہ صرف یہ کہ کبھی مندمل نہیں ہو سکے بلکہ مرورِ زمانہ کے ساتھ مزید گہرے ہوتے چلے گئے ہیں، لیکن قرآن و حدیث کے مجموعی مطالعے سے جو اوّلین و آخرین تاثر ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ امت کا سب سے بڑا فتنہ مادیت ہے جو آخری زمانے میں دجالیت کی شکل میں نمودار ہو گا۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے جس اہتمام سے اس فتنے کا ذکر فرمایا

> **ڈاکٹر صاحب نے پورے ملک میں ایسے دروس قرآن کا جال بچھایا جن میں ایک طرف درد و سوز اور دوسری طرف جوش و جذبے کی فراوانی ہے**

اور اس سے مخلصی کے طور پر کتاب اللہ کا نام لے کر جن صفات و خصوصیات کا حوالہ دیا ہے، اس سے واضح طور پر مترشح ہوتا ہے کہ اس فتنے سے مراد فقط شہادت حضرت عثمانؓ وغیرہ وقتی فتنے نہیں بلکہ اس کی کوکھ میں دبے ہوئے وہ سارے فتنے مراد ہیں جنہوں نے بعد کے ہر زمانے میں نئے نئے رُوپ اختیار کیے اور ہر رُوپ کم و بیش کے تفاوت کے ساتھ فی الجملہ انانیت اور مادیت کی بنیادوں پر قائم اور استوار تھا اور ہے۔ بالفاظ دیگر روایت حضرت علیؓ کی عبارت النص کو فتنہ شہادت حضرت عثمانؓ وغیرہ تک محدود رکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کی اشارت و دلالت کو بھی اسی میں منحصر سمجھنا قرین صواب ہرگز معلوم نہیں ہوتا۔ اس مدعا پر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی کئی دوسری احادیث میں بڑی صراحت اور تخصیص پائی جاتی ہے۔ مثلاً سنن ترمذی میں کعب بن عیاض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ان لکل امۃ فتنۃ وفتنۃ امتی المال۔ شیخین (یعنی بخاری و مسلم) نے عمرو بن عوف الانصاری کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی ہے، جس کے آخر میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں:

((ماالفقر اخشی علیکم ولکن اخشی ان تبسط الدنیا علیکم کما بسطت علی من قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا فتھلککم کما اھلکتھم))

یعنی "مجھے تمہارے بارے میں فقر (و فاقہ) کا اندیشہ ہرگز نہیں، مجھے اندیشہ ہے تو یہ کہ کہیں تمہیں بھی ایسی مالی وسعت ملے جو پہلوں کو ملی تھی، پھر یہ وسعت تم کو بھی ایسے ہی لے ڈوبے گی جیسے ان کو لے ڈوبی تھی"۔

آج کے حالات و واقعات کے آئینے میں بالکل واضح اور صاف دکھائی دے رہا ہے کہ نبی علیہ السلام کا یہ اندیشہ امر واقع کی صورت میں ظاہر ہو چکا ہے۔ شمال و جنوب، مشرق و مغرب کے آخری حدود تک پھیلی ہوئی امت مسلمہ اس حد تک اس فتنے کا شکار ہو چکی ہے کہ کوئی بھی فرد واحد چاہے مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا نوجوان، عالم ہو یا جاہل اس فتنے کی دسترس سے باہر نہیں۔ صورتوں اور شکلوں میں اختلاف ممکن ہے لیکن جوہری طور پر اس ابتلاء عام کی نوعیت میں کوئی اختلاف نہیں کہ سب کے سب حبّ مال کے سیلاب میں تنکوں کی طرح بہے جا رہے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے تموّل اور دنیاداری کے بے شمار نئے انداز پیدا کیے جن میں بعض تو اس قدر پُرکشش اور جاذبِ نظر ہیں کہ ان کے سامنے بظاہر بڑے بڑے زہاد و متقین کے زہد و تقویٰ کی بندشیں بڑی آسانی کے ساتھ ٹوٹ ٹوٹ کر ریت کے گھروندوں کی طرح بکھر جاتی ہیں۔

الحاصل پوری ملت اسلامیہ اپنی تاریخ کے بدترین فتنوں میں گھری ہوئی ہے اور بموجب روایت حضرت علیؓ اس سے خلاصی کا کوئی دوسرا طریقہ ممکن اور کارگر نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود امت مسلمہ بحیثیت مجموعی قرآن سے دور اور اس کی تعلیمات سے لاتعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فتنوں کے سائے مزید گہرے ہوتے جا رہے ہیں اور ہم سب اپنے چراغ کی روشنی سے محروم اغیار پرستی کے گھٹاٹوپ اندھیاروں میں بگٹٹ بھاگے جا رہے ہیں، لہٰذا ہمارا ہر دوسرا قدم پہلے سے بڑھ کر ہمیں منزل مقصود سے دور کرتا جا رہا ہے۔

اندریں حالات، کسی قرآنی مکتب یا دینی مدرسے

اور دارالعلوم سے نہیں بلکہ علم الابدان کے سلسلے کے ایک شفاخانہ سے رجوع الی القرآن اور تمسک بالقرآن کی ایک ایسی جان دار صدا بلند ہوئی جس کی گونج نے اوّلاً پورے ملک کی فضاؤں میں ارتعاش پیدا کیا اور پھر رفتہ رفتہ جغرافیائی سرحدوں کے علی الرغم پوری دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا اور بلا مبالغہ آج کا سماں یہ ہے کہ جہاں بھی قرآن حکیم کا ذکر مذاکرہ ہو اور اس کو عام کرنے کی بات ہو رہی ہو تو اس میں قدرتی طور پر ڈاکٹر صاحب کا حوالہ لازماً آتا ہے۔

ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ امت کے اندر قرآن سے اعتناء بالکل موجود نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ اعتناء مختلف صورتوں

بلا مبالغہ آج کا سماں یہ ہے کہ جہاں بھی قرآن حکیم کا ذکر و مذاکرہ ہو اور اس کو عام کرنے کی بات ہو رہی ہو تو اس میں قدرتی طور پر ڈاکٹر صاحب کا حوالہ لازماً آتا ہے

میں موجود ہے لیکن یہ اعتناء کہیں کہیں تو بہت سرسری اور کہیں تفریح طبع یا علمی زور آزمائی کے انداز میں موجود ہے، جہاں سارا زور اس کے علمی نکات اور دقائق پر خرچ ہوتا ہے۔ امت کو اس کے عملی پہلوؤں پر متنبہ کرنے کا کام بہت مدھم اور سست رفتار واقع ہوا ہے۔ نیز اس میں درد و سوز اور جوش و جذبے کا وہ انداز بھی نہیں پایا جاتا جو قرآن جیسی انقلابی کتاب کے لیے درکار ہے۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو بہت بہت اجر اور جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے قرآن سیکھنے اور سکھانے کے کام کو ایک ضمنی اور جز وقتی کام کے طور پر نہیں لیا بلکہ اسے مقصدِ حیات کے طور پر لیا اور پھر پورے فکر و نظر اور شب و روز کے تمام اوقات کو اسی کے لیے مخصوص اور وقف کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے پورے ملک میں ایسے دروس قرآن کا جال بچھایا جن میں ایک طرف درد و سوز اور دوسری طرف جوش و جذبے کی فراوانی تھی۔ احقر خود 1971ء کے آس پاس میں مسجد شہداء لاہور میں ڈاکٹر صاحب کے انہی دروس سے متاثر ہوا اور پھر مختلف جگہوں اور وقتوں میں ان کے قرآنی دروس و تقاریر سے یہ تاثر اس قدر مستحکم ہوا کہ زمانے کی بہت سی گردشوں کے باوجود آج تک اس تاثر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کی ان قرآنی سرگرمیوں پر مجھے بار بار علامہ اقبال کا یہ شعر یاد آتا رہا۔

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رومی کبھی پیچ و تابِ رازی

یہ شعر ڈاکٹر صاحب کی قرآنی معروفیات کا بہترین ترجمان ہے لیکن اس فرق کے ساتھ کہ اس میں صرف راتوں کا ذکر ہے جبکہ ڈاکٹر صاحب کے تو دن بھی ایسے ہی ہیں بلکہ راتوں سے بڑھ کر سرشاری کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ہمارے دورۂ تفسیر کے استاد مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم پرؒ جن سے میں نے راولپنڈی کے راجہ بازار میں مدینہ مارکیٹ کے اوپر بنے ہوئے مدرسہ تعلیم القرآن کی وسیع و عریض جامع مسجد میں دو دفعہ دورۂ تفسیر القرآن کیا ہے۔ انہوں نے رمضان شریف کی تراویح میں ہر چہار رکعت کے وقفے پر متعلقہ قرآنی حصے کی تفسیر کا سلسلہ شروع فرمایا تھا۔ اس کے بعد اسی سلسلے کو ڈاکٹر صاحب نے جاری رکھ کر نہ صرف زندہ کیا بلکہ اس کو کئی لحاظ سے مفید تر بھی بنا دیا۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب مولانا حسین علی صاحب وان بھچراں والے کے شاگرد اور انہی کے علوم قرآنی کے وارث اور امین تھے۔ وہ دورۂ تفسیر انہی کے انداز اور اسلوب میں پڑھاتے تھے۔ مولانا حسین علی صاحب کے اندازِ تفسیر میں پورا قرآن توحید اور اس کے متعلقات کے موضوع پر بحث کرتا ہے۔ یہ اندازِ تفسیر اپنی جگہ بہت تحقیقی اور کلامی نقطہ نگاہ سے بہت اہم ہے، لیکن اس میں قرآنی مضامین کا تنوع بہت محدود اور دورِ حاضر کے مسائل پر رہنمائی اور بحث و تمحیص نہ ہونے کے برابر ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے دور کے مختلف تفسیری سلسلوں سے اخذ و استفادہ کر کے اپنے طور پر جو ایک خاص اسلوب اپنایا، اس میں قرآنی مباحث کی وسعت اور دورِ حاضر کے مسائل سے اعتناء بہت خاصے کی چیز ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ڈاکٹر صاحب ضروری دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم میں بھی درک رکھتے ہیں۔ مزاج میں تعقل

شمال و جنوب، مشرق و مغرب کے آخری حدود تک پھیلی ہوئی امت مسلمہ فتنہ مال کا شکار ہو چکی ہے۔ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا نوجوان، عالم ہو یا جاہل سب کے سب حبِ مال کے سیلاب میں تنکوں کی طرح بہے جا رہے ہیں

اور منطقیت کا مادہ بھی موجود ہے۔ اردو زبان ان کی مادری زبان ہے جس کی ادبی نزاکتوں سے وہ بخوبی واقف ہیں۔ اس مجموعہ صفات کی وجہ سے ان کی زبان و بیان میں قدیم و جدید کی جامعیت، استدلال کی پختگی اور الفاظ کی مٹھاس اور شوکت و شہامت غرض کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ان "رمضانی" پروگراموں میں کم و کیف دونوں کے لحاظ سے لوگوں کی شرکت اور آخر وقت تک جوش و خروش دیدنی ہوتا تھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اس انعام سے بھی نوازا کہ ان کے قرآنی رفقاء و تلامیذ نے نشر و اشاعت قرآنی کے اس سلسلے کی توسیع میں ان کی خوب مدد فرمائی۔ چنانچہ پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں قرآنی تفسیر کے یہ رمضانی پروگرام بہت عام ہوئے اور بلاشبہ ہزاروں لوگوں نے اس کی تحسین کی اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے متوسلین کی یہ قرآنی کاوشیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کی اس آرزو کی تکمیل کا سامان ہیں جو انہوں نے مالٹا کی اسیری سے رہائی پا کر سرزمین ہند پر قدم رکھتے ہی ظاہر کی تھی کہ چونکہ امت کی زبوں حالی کا بنیادی سبب مہجوری قرآن ہے جس کے نتیجے میں یہ امت انتشار و افتراق کا شکار ہے، لہٰذا میں یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ قرآن کو عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے خود بھی اور اپنے تلامذہ و متعلقین سے بھی عوامی دروس قرآن کا اہتمام کراؤں گا۔ کیا عجب کہ شیخ الہند کو اپنے دور کے ابوالکلام سے ان کی صلاحیتوں اور خصوصاً ذوق قرآنی کی بدولت جو امیدیں وابستہ تھیں، اللہ تعالیٰ اسی مزاج اور قماش کے حامل ڈاکٹر اسرار احمد کے ذریعے پوری کرے!

قرآنی ذوق و تعلق کے حوالے سے مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر اسرار احمد کی ہم مزاجی کے ذکر سے میرا ذہن ایک اور بات کی طرف بھی منتقل ہوا۔ میں نے جن مدرسوں میں پرورش اور تعلیم پائی ہے، یہ حلقے اپنے سے باہر کسی بڑی سے بڑی شخصیت کے قائل ہونے میں بڑے محتاط بلکہ بخیل واقع ہوئے ہیں۔ نجانے یہ تصلب ہے یا تعصب لیکن واقعہ یہ ہے کہ دینی مکاتب و دارالعلوموں کی فضاؤں میں کوئی بھی خارجی شخصیت دین سے خلوص و وفاداری اور علمی لیاقت و قابلیت میں کتنا ہی اونچا مقام کیوں نہ رکھتی ہو، کوئی باریابی حاصل نہیں کر پاتی۔ ان کے نقطہ نظر سے تھوڑے بہت اختلاف کی بدولت "وہ کوئی عالم تو نہیں" کہہ کر بڑی آسانی کے ساتھ اس کو ہمیشہ کے لیے مسترد کیا جاتا ہے۔ مولانا ابوالکلام، علامہ اقبال اور مولانا مودودی کی طرح ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بھی یہی حادثہ پیش آیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارے حضرات دین کے ساتھ خلوص و وفاداری میں ہم سے زیادہ نہ ہوں تو کم ہرگز نہیں، لیکن افسوس کہ ان کے ناقدین ان کی انسانی کمزوریوں اور

کہیں کہیں تھوڑی بہت علمی لغزشوں کو تنکے کا پہاڑ بنا کر بڑی بے دردی کے ساتھ ان کے کمالات وخدمات کو بھی دریا برد کرنے پر ہروقت آمادہ اور تیار ہوتے ہیں۔ شاید اللہ عزیز ذو انتقام کی صفت رکھنے والی ذات نے ان لوگوں سے بھی انتقام لینے کے لیے تبلیغی جماعت کی تخلیق فرمائی۔ اس جماعت کی تاسیس مولانا محمد الیاسؒ نے جن نیک ارادوں اور عزائم کے ساتھ فرمائی تھی وہ دینی اور علمی حلقوں سے تعلق رکھنے والی تقریباً ہر شخصیت کو معلوم ہے۔ لیکن اب اس جماعت کی اکثریت اس زعم میں مبتلا ہے کہ ان کے اپنائے ہوئے مخصوص طریقے کے سوا دینی خدمت کا اور کوئی طریقہ قبول نہیں ہے۔ بڑے بڑے علماء وفقہاء کے ذکر ومذاکرے پر بڑی معصومیت سے یہ کہہ کر کہ "دین کا کام جو نہیں کرتا تو کس معنے کا" اس کو یکسر مسترد کر دیتے ہیں۔

بہرحال آج کی یہ نشست ڈاکٹر صاحب کی تفسیر "بیان القرآن" کی تقریب رونمائی کے طور پر منعقد ہوئی ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ تفسیر ڈاکٹر صاحب کی قرآنی خدمات کا پورا نمونہ ہرگز نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مختلف جگہوں پر اپنے دروس میں جس تحقیق اور بسط وتفصیل سے کام لیا ہے ظاہر ہے کہ یہ تفسیر ان سب کا احاطہ نہیں کرتی۔ شاید اس تفسیر کی اشاعت میں عوام کے اندر قرآنی پیغام کو عام کرنے کی غرض پیش نظر ہے اس لیے اس کو عام فہم رکھنے کے لیے اختصار سے کام لیا گیا ہے جبکہ زیادہ علمی بحثوں سے اس کو دور رکھا گیا ہے۔ چونکہ نیت بہت صحیح اور پاک ہے لہٰذا ناشرین اور اس سلسلے کے تمام معاونین کے لیے عنداللہ ماجور ہونے کی بہت بڑی امید کی جاسکتی ہے۔ آخر میں حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں نظر سے گزری ہوئی ایک بات کا ذکر بہت مناسب سمجھتا ہوں جس سے کسی بھی درجے میں خدمت قرآنی کی عظمت وفضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ جب شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا انتقال ہوا تو اس دور کے ایک بہت بڑے صاحب کشف بزرگ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نے اپنے ایک مکاشفہ میں دیکھا کہ جہاں پر حضرت دہلویؒ کی تدفین ہوئی اللہ تعالیٰ نے احترام قرآن کی بدولت وہاں سے چودہ میل کے آس پاس واقع تمام قبور سے عذاب قبر اٹھا دیا۔

ڈاکٹر صاحب اور تمام خدام قرآن کے لیے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تعلق وتمسک بالقرآن کے سلسلے میں ان کی ہمہ جہتی خدمات کو قبول فرمائے۔ اور میں امت کو قرآن کی طرف توجہ دلانے میں ان کی کاوشوں پر تمام امت کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مسلم اُمہ کا خاندانی نظام شکست وریخت کا شکار کیوں؟

محمد یعقوب عمر

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "نکاح میری سنت ہے" اور فرمایا: "جس کو میری سنت پسند نہیں، اُس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں"۔ نکاح عربی لفظ ہے اور دینی اصطلاح ہے۔ یہ لفظ عورت اور مرد کو ایک معاہدے میں باندھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اِس وقت ہر جگہ مخلوط تعلیم اور مخلوط ملازمت کا زہر پھیل رہا ہے۔ یہ چیز اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اِس کی وجہ سے مسلم اُمہ کے خاندانی نظام کو سخت چیلنج کا سامنا ہے۔ ابھی تو ہم بچ سکتے ہیں لیکن اگر ہمارے یہی لچھن رہے تو خدانخواستہ ستر وحجاب اور پردہ کی جگہ ہر گلی کوچے میں بے حجابی کا چلن عام ہو جائے اور مسلمانوں کے گھروں سے عفت وعصمت رخصت ہو جائے۔ حالانکہ یہی چیز اسلامی معاشرت کا طرہ امتیاز ہے۔ مسلم معاشرے میں خواتین کے لیے مستورات کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی ہیں پردے میں لپٹی ہوئی۔ قرآن حکیم میں ہے کہ گھر سے نکلتے ہوئے اپنے چہروں پر چادر کے پلو لٹکا لیا کرو، تاکہ تم ستائی نہ جایا کرو۔ عورتوں کو اپنے حسن وجمال کی نمائش سے بھی منع کیا گیا ہے مگر برا ہو اس تہذیب کا کہ آج مسلم خواتین اور بچیاں خوب بن سنور کر باہر نکلتی ہیں۔ ٹی وی پر اسلامی تہذیب وثقافت کی بجائے جس طور سے بے حجابی اور فحاشی وعریانی پر مبنی پروگرام اور مناظر دکھائے جاتے ہیں انہیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والا ملک "اسلامی" جمہوریہ پاکستان مغربیت میں کسی مغربی ملک سے پیچھے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج "لَو" میرج کا بہت رواج ہو رہا ہے۔ چونکہ مرد اور عورت نکاح سے پہلے ہی حیا نام کی چیز کو عموماً کھو چکے ہوتے ہیں، چنانچہ عموماً ایسی شادیاں جلد انجام کو پہنچ جاتی ہیں۔ عورت اور مرد میں کشش قدرتی ہے، مگر اس کی حدود وقیود کا خیال رکھ کر ہی ہم مسلمان کہلا سکتے ہیں۔

بعض لوگ چہرے کے پردے کو لازم نہیں سمجھتے، حالانکہ چہرہ ہی زینت کا مرکز ہے۔ انسان چہرے کو دیکھ کر ہی دوسروں کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ کسی شاندار گھر کی چاردیواری خواہ کتنی ہی اونچی کر لی جائے اگر مین گیٹ کھلا رکھا جائے تو گھر میں چوروں اور ڈاکوؤں کے داخلے کا یقینی خطرہ پیدا ہو جائے گا۔

خاندانی سسٹم کی بربادی کی ایک بڑی وجہ جہیز جیسی لعنت بھی ہے۔ جہیز ہندی لفظ ہے۔ اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بعض لوگ ناسمجھی سے اس معاملہ کو حضور ﷺ سے جوڑتے ہیں، حالانکہ اِس میں کوئی حقیقت نہیں۔ جہیز کا پس منظر ہندوانہ ہے۔ چونکہ ہندومت میں لڑکی کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، لہٰذا بوقت نکاح باپ کے گھر سے رخصت کرتے وقت اُسے مال واسباب دے دیا جاتا ہے اور اس کا خوب دکھاوا کیا جاتا ہے۔ اسلام میں عورت وراثت میں شریک ہوتی ہے اور جہیز کا کوئی تصور نہیں۔ جہیز کا ایک تباہ کن پہلو یہ بھی ہے اگر کوئی لڑکی جہیز کم لاتی ہے تو پھر یا تو وہ طعنوں سے تنگ آکر خودکشی کر لیتی ہے یا اُسے طلاق دے دی جاتی ہے۔

خاندانی نظام کی شکست وریخت کی اہم وجہ فحاشی وعریانی اور بے حیا معاشرتی طرزِ عمل ہے۔ یہ اِس لیے ہے کہ ہمیں دین اسلام کا شعور ہی نہیں ہے۔ ہم دیکھا دیکھی دوزخ کی طرف دوڑ لگائے ہوئے ہیں اور ظاہری نمود ونمائش کا شکار ہو چکے ہیں۔ شیطان چاہتا بھی یہی ہے کہ مسلمانوں میں فحاشی عام ہو اور حیا رخصت ہو جائے۔ آج اگر دیکھا جائے تو وہ اپنے مشن میں بہت حد تک کامیاب ہو رہا ہے۔

ہم اپنے دینی بہن بھائیوں سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ فحاشی وعریانی کے طوفانِ بدتمیزی سے تائب ہوں، توبہ کریں، قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں اور اپنے دین کی روح کی طرف پلٹیں اور ان لذات سے اپنے آپ کو بچائیں جو جہنم رسید کرنے والی ہیں اور پورے دینی جذبے سے بچوں کی عین اسلامی طریق پر تربیت کریں ورگرنہ دنیا و آخرت میں سخت پچھتاوے کا سامنا کرنے پڑے گا۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔ (آمین)

حکومت کی رٹ

اوریا مقبول جان

یہ ایک بہت ہی مقدس مقام ہے۔عرب اسے کنسیہ المہد یعنی پیدائش والا گرجا اور پوری دنیا اسے چرچ آف نیٹیویٹی کے نام سے جانتی ہے۔یہ چرچ عین اس مقام پر تعمیر کیا گیا ہے جہاں روایت کے مطابق سیدہ مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو جنم دیا تھا۔روایات بتاتی ہیں کہ یہ مقدس خاندان یروشلم سے باہر ایک غار میں جا کر چھپ گیا تھا۔ اب یہ غار اردگرد کی بلندیوں کی وجہ سے اور چرچ کی تعمیر کے باعث زیرزمین معلوم ہوتی ہے۔ وہ مقام جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے، وہاں ایک سنگ مرمر کا فرش ہے جس پر چودہ کونوں والا چاندی کا ستارہ بنا ہوا ہے۔ستارے کے ساتھ دیوار کی جانب دو لیمپ ہیں جو روشن رہتے ہیں۔ جب روم کا بادشاہ قسطنطین عیسائی ہوا تو اس کی ماں سینٹ ہلینا نے اسی مقام پر ایک گرجا گھر تعمیر کیا جو 333 عیسوی میں مکمل ہوا۔ جسے 529ء میں ایک علاقائی بغاوت کے دوران جلا دیا گیا لیکن جسٹینین اوّل نے اسے 565ء میں دوبارہ تعمیر کر دیا۔ مسلمانوں کے دور میں اس کا احترام تاریخ کا حصہ ہے اور اس کی توسیع بھی انہی ادوار میں ہوئی۔آج یہ چرچ ان مقبوضہ علاقوں میں سے ایک میں واقع ہے جنہیں اسرائیل نے 1967ء میں عربوں سے چھین لیا تھا۔ یہ چرچ یروشلم شہر کی سرحد پر واقع شہر بیت اللحم میں ہے اور اس کا انتظام صدیوں سے یونانی آرتھوڈکس چرچ کے پاس ہے۔اس چرچ میں بے شمار دالان، ستون اور کمرے ہیں جن میں چرچ کی خدمت کرنے والے پادری اور خواتین راہبائیں رہتی ہیں۔ بیت اللحم کی آبادی مسلمانوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے اور یہ شہر یروشلم اور یہودی نو تعمیر آبادیوں کے درمیان واقع ہے۔اس لیے اسرائیل نے جب بھی مسلمانوں پر کوئی فوجی ایکشن کیا اس شہر سے گزر کر کیا۔اس کے ٹینک، بکتر بند گاڑیاں فوجی یہیں سے گزر کر جاتے۔دو اپریل 2002ء میں اسرائیل نے اپنی حکومتی رٹ قائم کرنے کے لئے آپریشن ڈیفنس شیلڈ شروع کیا تاکہ فلسطین کے مطلوبہ افراد کو گرفتار کیا جائے۔انہوں نے بیت اللحم کا محاصرہ کر لیا۔ کرنل رامی زرا ہاچم کی سرکردگی میں کمانڈو اتارے گئے اور ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں میں دندناتے اسرائیلی فوجی

> ملک کے تمام علمائے کرام، تمام دانشور، تمام اہل نظر، تمام درد دل رکھنے والے جا کر حکمرانوں کے سامنے بیٹھ جائیں، کوئی تو کسی کی سنے گا، کوئی تو راستہ نکلے گا، کوئی تو آگ بجھائے گا

فلسطینیوں کے گھروں میں گھسنے لگے تاکہ مطلوبہ افراد کو گرفتار کیا جائے۔ تین اپریل کو 220 فلسطینیوں نے اس مشہور چرچ میں پناہ لے لی۔ چاروں جانب سے محاصرہ کر لیا گیا۔اسرائیلی سپاہی چرچ میں دھوئیں کے بم پھینکتے رہے تاکہ اندر چھپے دہشت گرد باہر نکل آئیں۔ چرچ کے رہنماؤں سے ان دہشت گردوں کو حوالے کرنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے کہا ہمارے مذہب کے مطابق چرچ جائے امان ہوتی ہے۔ یہاں جو آ جائے، اسے اس طرح موت کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ چرچ کی پانی اور بجلی کاٹ دی گئی۔ محاصرہ شدید ہوا تو سات اپریل کو ویٹیکن سٹی کے پوپ نے اسرائیل کو چرچ کے اندر گھسنے سے منع کیا۔ اسرائیل کی تاریخ کا ظالم ترین شخص ایریل شیرون وزیراعظم تھا۔اس نے کہا ہم اس وقت تک محاصرہ جاری رکھیں گے جب تک یہ سب افراد زندہ باہر نہیں آتے یا مر نہیں جاتے۔ تین فلسطینی فائرنگ سے مارے گئے۔ چرچ کے راہبوں نے انہیں اپنے کمرے دے دیئے۔ تھوڑی بہت فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ لیکن اسرائیلی فوج کسی بھی دروازے سے اندر داخل نہ ہوئی۔ مذاکرات شروع ہوئے۔ سولہ اپریل کو ایک چودہ سالہ بچہ باہر آیا اور اس نے اپنے آپ کو اسرائیلی فوج کے حوالے کر دیا۔ 23 اپریل کو مطالبات پر گفتگو کا آغاز ہوا۔ دنیا بھر کے عیسائی مذہبی رہنما اکٹھے ہو گئے۔ اسرائیل کا مطالبہ تھا کہ یہ پہلے خود کو قانون کے حوالے کریں۔ فلسطینی کہتے تھے ہمیں محفوظ راستہ دیا جائے۔ بالآخر ایک طویل اور تھکا دینے والے مذاکرات کے بعد ان تمام افراد کو محفوظ راستہ دینے کا وعدہ کیا گیا اور انہیں یکم سے نو مئی کے دوران اٹلی، سپین اور اردن روانہ کر دیا گیا۔ اس ساری کارروائی میں آٹھ فلسطینی مارے گئے۔ ان تمام افراد کو جنہیں محفوظ راستہ دیا گیا تھا، اپنے اہل خانہ کو خدا حافظ بھی کہنے نہیں دیا گیا۔ لیکن حیرت ہے اس 39 دن کے محاصرے کے دوران اسرائیل کے کسی اخبار، کسی ٹیلی ویژن سٹیشن یا کسی دوسرے نشریاتی ادارے پر وہاں کے دانشوروں، تجزیہ نگاروں یا تبصرہ کرنے والوں نے یہ بات نہیں کی کہ اسرائیلی حکومت کو اپنی رٹ قائم کرنے کے لئے چرچ پر حملہ کر دینا چاہیے۔ ان دہشت گردوں کا قلع قمع کر دینا چاہیے۔ یہ سب خودکش بمبار ہیں۔ یہ باہر نکل گئے تو ہمارے گھروں پر حملہ کریں گے۔ یہ کہانی ایک قابض ملک کی ایک مقبوض ملک کے دہشت گردوں کے ساتھ سلوک کی ہے۔ میں جب بھی کبھی سوات میں لگی آگ دیکھتا ہوں تو مجھے جولائی 2008ء میں ٹینکوں اور توپوں میں گھری لال مسجد اور جامعہ حفصہ یاد آ جاتی ہے۔ رٹ قائم کرتی ہوئی حکومت جس کے گولوں کی گھن گرج میں معصوم لوگ تڑپتے رہے۔ لیکن مجھے اس دور کے وہ دانشور یاد آتے ہیں جو اخبار میں، ٹیلی ویژن پر چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے ان کو ختم کر دو، یہ دہشت گرد ہیں۔ آخر حکومت کی رٹ کہاں ہے۔ اگر اس سے چند مٹھی بھر دہشت گرد نہیں سنبھالے جاتے تو ہمیں کیا تحفظ دے گی۔ لال مسجد میں خون کی آندھی چلی لیکن

> مسجدوں کے منبروں پر کلمۂ حق کہنے والے لاکھوں علماء صرف صدائے احتجاج بلند کرتے رہ گئے۔ کوئی ان چرچ کے رہنماؤں کی طرح لال مسجد کے دروازے پر آ کر نہ کھڑا ہوا کہ ان سے مذاکرات کئے جائیں

مسجدوں کے منبروں پر کلمۂ حق کہنے والے لاکھوں علماء صرف صدائے احتجاج بلند کرتے رہ گئے۔ کوئی ان چرچ کے رہنماؤں کی طرح لال مسجد کے دروازے پر آ کر نہ کھڑا ہوا کہ ان سے مذاکرات کیے جائیں۔ جو تھے وہ بس گنتی کے چند تھے۔ کون نہیں جانتا کہ سوات جامعہ حفصہ سے پہلے کتنا خاموش تھا۔ آج یہ سوات جس آگ میں جل رہا ہے، اگر اس پر ایسے ہی تیل چھڑکا جاتا رہا تو پھر یہ آگ جنگل کی آگ کی طرح پھیلے گی۔ سب کو اپنی پڑی ہے۔ کسی کو آئین کا تحفظ کرنا ہے تو کسی کو لوگوں تک سہولیات بہم پہنچانی ہیں کہ اگلا الیکشن جیت سکیں۔ کوئی عدل کی صلیب اٹھائے ہوئے ہے تو کسی کو پورے ملک کے ہر صوبے میں اپنی حکومت قائم کرنے کا خبط ہے۔ لیکن جب میں اپنے شہر کے کوڑا دانوں پر نیلی اور شربتی آنکھوں والے ننھے ننھے بچوں کو دیکھتا ہوں جو ہجرت کر کے یہاں آئے اور رزق کی تلاش انہیں کوڑا کرکٹ پر لے آئی تو کانپ جاتا ہوں۔

تبصرے آج بھی وہی ہیں۔ رٹ قائم کرو، سکول جلائے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے گلے کاٹے جا رہے ہیں۔ انہیں ختم کر دو، ورنہ یہ ہمیں ختم کر دیں گے۔ میں نے چوبیس سال ایک قبائلی معاشرے میں نوکری کی ہے۔ ایسے کئی سو معاملات میری آنکھوں کے سامنے ہیں جب رٹ قائم کرنے کی ضرورت تھی تو مطلب یہ نہیں تھا کہ تباہ کر دو، بھسم کر دو بلکہ ایک ایسا راستہ نکالا جاتا کہ جس میں انسانوں کا نقصان کم ہو اور سرکار کی عزت بھی رہے اور لڑنے والوں کا بھرم بھی۔ ہم جامعہ حفصہ پر ایک خاموشی کا نقصان اور خمیازہ آج بھگت رہے ہیں۔ لیکن اس دفعہ کی خاموشی ہمارے لیے وہ عذاب لا سکتی ہے جس کا کسی نے سوچا تک نہ ہو گا۔ کوئی ایک لانگ مارچ، کوئی ایک طویل سفر جس میں ملک کے تمام علمائے کرام، تمام دانشور، تمام اہل نظر، تمام درد دل رکھنے والے جو اسی طرح جا کر وہاں بیٹھ جائیں، جیسے دنیا بھر کے عیسائی راہب بیٹھ گئے تھے۔ کوئی تو کسی کی سنے گا۔ کوئی تو راستہ نکلے گا۔ کوئی تو آگ بجھائے گا۔ کہیں تو یہ بات طے ہو گی کہ رٹ لوگوں کی جان لینے، انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے یا ان کا وجود ختم کرنے سے ہی نہیں بلکہ ان کو انسان سمجھ کر ان کے لئے ایک ایسا راستہ دینے سے بھی قائم ہو سکتی ہے جس سے حکومت کی عزت بھی رہے اور ان کا بھرم بھی۔ ایسا نہ ہوا تو زخم خوردہ جانور تو شکست کھا کر گر جاتا ہے لیکن زخم خوردہ انسان وہ درندہ ہوتا ہے جسے اخلاق، اصول اور انسانیت کے درس نہیں پڑھائے جا سکتے۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

❁❁❁❁❁

بقیہ: اداریہ ایک بات ہم امریکیوں پر واضح کیے دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے پاکستان کو غیر مستحکم کیا تو یہ افغانستان میں ان کے مفادات کے حوالہ سے انتہائی ضرر رساں ہو گا۔ اگر انہوں نے اس فوج کو بے بس کر دیا جو پاکستانی اکثریت کی امریکہ کے لیے نفرت کو عملی شکل دینے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے تو یہ قوم صحیح معنوں میں آزاد ہو جائے گی۔ تشدد کے ردعمل میں ایسا خوفناک تشدد جنم لے گا کہ افغانستان میں امریکی فوجی اس آگ میں بھسم ہو جائیں گے۔ سوویت یونین کو تو فوجیں واپس لے جانے کا موقع مل گیا تھا امریکہ کی عسکری اور معاشی قوت کا افغانستان ہی قبرستان بنے گا۔ اگرچہ ہمارے کرتوت بھی ہمیں بدترین انجام کی طرف گھسیٹ لے جائیں گے یعنی دوطرفہ تباہی ہو گی۔

بہرحال ایک بات طے شدہ ہے امریکہ کے وزیر دفاع نے طبل جنگ بجا دیا ہے۔ انہوں نے یہ کہہ کر کہ ہم ہر اس جگہ پر حملہ کریں گے جہاں القاعدہ ہو گی، بہت سوں کی غلط فہمی دور کر دی ہے جو کہتے تھے کہ امریکہ میں نئی انتظامیہ آتے ہی حملے بند ہو جائیں گے اور صورت حال بہتر ہو جائے گی، کیونکہ عقل دشمنی کے باوجود ہمارے حکمران یہ تو سمجھتے ہیں کہ امریکہ جہاں دیکھنا چاہے وہاں اسے القاعدہ نظر آ جاتی ہے۔ امریکہ بار بار یہ کہہ چکا ہے کہ اس کی سلامتی کو فاٹا کے علاقہ سے خطرہ ہے اور اب اگر کوئی نائن الیون ہوا تو اسی علاقہ سے ہو گا۔ دشمن کے حقیقی عزائم کو ہم جتنی جلدی سمجھ جائیں اتنا ہی بہتر ہے۔ یاد رہے طبل جنگ کی آواز شادیانوں سے دب نہیں سکے گی اور نہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے سے جان بچائی جا سکے گی۔ روز روز کے مرنے سے ایک دن مر جانا کہیں بہتر ہے۔ دشمن مکمل فتح یا تاوان پر مصر ہے، ہر دو صورتیں آزادی اور سلامتی کے قبرستان کا راستہ دکھاتی ہیں اگر ہم راہ راست پر آنے کی نیت کریں تو پہلا فیصلہ یہ کرنا ہو گا کہ ہمارا دشمن کون ہے اور دوست کون؟

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ایکسرے، ای۔ سی۔ جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام کلرڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیو گرافی اور Lungs Function Tests کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی
تصدیق شدہ ادارہ
ISO 9001:2000

خصوصی پیشکش

الٹرا ساؤنڈ (پیٹ)، Lungs Function Tests، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/2500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہو گا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:5163924, 5170077 Fax:5162185

Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

ضرورت رشتہ

☆ کشمیری بٹ فیملی کو 27 سالہ، ڈاکٹر بیٹی اور 32 سالہ پروفیسر بیٹی کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0343-4009140 (رات 8:00 سے 10:00 بجے)

☆ شیخوپورہ شہر کے رہائشی، تنظیم کے ساتھی کی 21 سالہ ہونہار اور خوشخصال بیٹی جو MSc کر رہی ہے کے لیے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 0313-4954606

☆ راجپوت فیملی کو 26 سالہ بیٹی، ٹیکسٹائل میں 4 سالہ ڈپلومہ، قد 5 فٹ 7 انچ، نیک، دیندار اور برسر روزگار لڑکے کا رشتہ چاہیے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 042-5760687

☆ مغل فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 29 سال، تعلیم میٹرک، برسر روزگار کے لیے نیک، دیندار لڑکی کا رشتہ چاہیے۔
برائے رابطہ: 042-7120151

☆ 29 سالہ بیوہ، 7 سالہ بچے کی ماں، ایم بی اے قد "5.5 کے لیے نیک دیندار لڑکے کا رشتہ چاہیے
برائے رابطہ: 042-5110075

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام تفہیم دین پروگرام

28 دسمبر 2008ء کو تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام ایک روزہ تفہیم دین پروگرام علی مسجد نوشہرہ میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کے لئے مقررین میں سے باجوڑ سے ڈاکٹر فیض الرحمٰن، مردان سے ڈاکٹر حافظ محمد مقصود اور پشاور سے خورشید انجم کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس پروگرام کا اہتمام خاص طور پر نئے شامل ہونے والے رفقاء اور اُن احباب کے لئے کیا گیا تھا جو کسی حد تک تنظیم سے آگاہی رکھتے تھے۔ پروگرام کا آغاز صبح دس بجے مقامی امیر تنظیم قاضی فضل حکیم نے ابتدائی کلمات سے کیا۔ اُس کے بعد حافظ محمد مقصود نے ”اللہ اور رسول ﷺ سے محبت“ کے موضوع پر نہایت مدلل گفتگو کی۔ انہوں نے حاضرین پر واضح کیا کہ زندگی کا اصل فلسفہ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت میں پوشیدہ ہے اور یہی وہ چیز ہے جو انسانی شخصیت کی ترقی کے لئے ناگزیر ہے۔ ”عبادتِ رب“ کے موضوع پر قاضی فضل حکیم نے مفصل خطاب کیا، جس کے بعد چائے کا وقفہ کیا گیا۔ تنظیم اسلامی پشاور کے امیر خورشید انجم نے ”مطالباتِ دین“ کے موضوع کو چارٹ کی مدد سے حاضرین کو سمجھایا۔ اس کے بعد امیر حلقہ میجر (ر) فتح محمد نے جو خصوصی طور پر اس پروگرام میں شرکت کے لئے آئے تھے، رفقاء اور احباب سے اپنی گفتگو میں ”دعوتِ فکر“ کی وضاحت کی اور شرکاء پر دعوتی کام کی اہمیت واضح کی۔ اس کے بعد دوپہر کے کھانے اور نمازِ ظہر کے لئے وقفہ کیا گیا۔ بعدازاں ”منہج انقلاب نبوی ﷺ“ کے موضوع پر باجوڑ سے آئے ہوئے مہمان مقرر ڈاکٹر فیض الرحمٰن نے بیان کیا اور باجوڑ کی تازہ ترین صورتحال کے بارے میں حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ آخری موضوع ”جماعت کی اہمیت اور طریقہ کار“ پر قاضی فضل حکیم نے گفتگو کی۔ انہوں نے احباب کو باقاعدہ طور پر تنظیم اسلامی میں شمولیت کی دعوت بھی دی۔ اِس پروگرام میں 13 رفقاء جبکہ 25 احباب نے شرکت کی۔ مسجد میں کتابوں اور CDs کا سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پروگرام کے منتظمین اور رفقاء و احباب کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔

(رپورٹ: جان نثار اختر)

ایک روزہ دعوتی پروگرام (منفرد اُسرہ) بورے والا

بورے والا میں ایک منفرد اسرہ قائم ہے جس میں 10 رفقاء شامل ہیں۔ 28 دسمبر 2008ء کو یہاں صبح ساڑھے نو بجے بلال ہارٹ ہسپتال میں ایک دعوتی پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز درسِ قرآن مجید سے ہوا۔ ڈاکٹر عبدالحفیظ میاں نے سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات پر گفتگو کی۔ درسِ حدیث نبوی ﷺ انعام الرحمان ربانی نے دیا۔ انہوں نے حدیث جبرائیل کی روشنی میں ایمان، اسلام اور احسان کی وضاحت کی۔ دینی فرائض کے جامع تصور پر بھی انعام الرحمٰن ربانی نے بیان کیا۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد انعام الرحمٰن ربانی ہی نے التزام جماعت اور بیعت کی اہمیت پر مفصل گفتگو کی۔ پروگرام کے آخر میں راقم نے تنظیم اسلامی کے ڈھانچے کی وضاحت کی اور بعدازاں اجتماعی دعا کروائی۔ شرکاء کے لیے کھانے کا انتظام ڈاکٹر عبدالحفیظ میاں نے اپنے گھر میں کیا۔ انہوں نے شرکاء کو بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب سورۃ الحدید اور اس کی مختصر تشریح کا ایک ایک نسخہ تحفۃً پیش کیا۔ ساڑھے تین بجے تمام شرکاء اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ اس پروگرام میں شرکاء کی کل تعداد 17 تھی۔

(رپورٹ: سیف الرحمٰن رضا)

تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے تحت احتجاجی مظاہرہ

28 دسمبر 2008ء کو تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے تحت زیر اہتمام فحاشی و عریانی کے خلاف مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرے کا آغاز کاشی فلائنگ کوچ سے ساڑھے گیارہ بجے ہوا۔ شرکاء نے بینرز اور ٹی بورڈ اٹھا رکھے تھے جن پر فحاشی اور عریانی کے خلاف آیات قرآنی اور احادیث کا ترجمہ درج تھا۔

اس مظاہرے کا اختتام مقامی امیر جناب وقار اشرف کی تقریر پر ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو غیرت بخشی اور عورت کو باحیا بنایا مگر شیطان کی ابتدا ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ حیا کو ختم کر دیا جائے۔ آج یہود و نصاریٰ شیطان کے آلہ کار بن کر روشن خیالی کے نام پر بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں۔ اسی کام کے لیے NGO,s کو بڑے بڑے فنڈز دیے جاتے ہیں اور دوسری طرف ہم ہیں کہ ان کی ہر بات ماننے کو تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب کوئی قوم بے غیرت ہو جاتی ہے تو ان کے اندر بزدلی پیدا ہو جاتی ہے اور بزدل قوم، باقی اقوام کے لیے ایک تر نوالا ثابت ہوتی ہے۔

مظاہرے میں 3000 ہینڈ بلز بھی تقسیم کیے گئے۔ (رپورٹ: ابرار اشرف)

تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے زیر اہتمام 29 دسمبر 2008ء کو کوئٹہ پریس کلب کے سامنے ملک میں فحاشی پھیلانے کے خلاف ایک خاموش احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ مظاہرین نے بڑے بڑے پوسٹر اور بینرز اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ملک سے بے حیائی اور فحاشی کو ختم کیا جائے، کیونکہ اس سے آنے والی نسلیں تباہ و برباد ہو جائیں گی۔ پوسٹروں پر مختلف مطالبات درج تھے جن میں لکھا گیا تھا کہ قانون تحفظ نسواں کے نام پر بے حیائی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ عورتوں کو گھروں سے نکال کر بازاروں کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے کہ بے پردہ عورت اخبارات کی زینت بنی ہوئی ہے اور شوبز کارنر کے نام پر رسوائیوں کے بازار سجائے جاتے ہیں۔ مقررین نے کہا کہ مغرب نے مسلمانوں کے خلاف جو سب سے بڑا ہتھیار استعمال کیا، وہ سیکولر نظام تعلیم ہے، جس کے ذریعے عورت کی سرشت کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مظاہرین پر امن طور پر اور خاموش ایک گھنٹے سے زیادہ کوئٹہ پریس کلب کے سامنے کھڑے رہے۔ بعدازاں قریبی مسجد میں نماز مغرب ادا کی گئی۔ اجتماعی دعا پر اس مظاہرہ کا اختتام ہوا۔ اور رفقاء و احباب اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ اس مظاہرہ میں 32 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

(رپورٹ: خواجہ ندیم)

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد جنوبی کے زیر اہتمام آگاہی کیمپ

اسلام کے معاشرتی نظام کے بارے میں عوام الناس کی آگاہی اور معاشرے میں بڑھتی ہوئی فحاشی اور بے حیائی کے سدباب کے لیے حلقہ سرحد جنوبی کے زیر اہتمام تنظیم اسلامی پشاور، پشاور غربی اور تنظیم اسلامی نوشہرہ کے رفقاء نے مختلف مقامات پر آگاہی کیمپ لگائے۔ کیمپ کو بینرز، چارٹس اور جھنڈوں سے مزین کیا گیا تھا۔ عوام الناس کی توجہ اور آگاہی کے لیے تعارفی لٹریچر اور ہینڈ بلز تقسیم کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ تنظیم اسلامی پشاور کے زیر اہتمام چوک ہشتنگری اور سویکارنو چوک میں آگاہی کیمپ لگائے گئے تھے۔

جبکہ پشاور کے تمام علاقوں اور مساجد میں ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے۔

تنظیم اسلامی پشاور غربی نے یونیورسٹی ٹاؤن چوک میں تعارفی کیمپ لگایا۔ امیر تنظیم اسلامی پشاور غربی جناب محمد سعید نے علاقے کی وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے دو دو رفقاء اور احباب کی چار ٹیمیں تشکیل دیں۔ دو ٹیمیں کیمپ سے مشرق کی طرف اور دو ٹیمیں مغرب کی طرف ہینڈ بلز کی تقسیم کے لیے روانہ کیں۔ تہکال پایاں سے یونیورسٹی روڈ کے دونوں اطراف میں کارخانوں مارکیٹ کے آخر تک ہینڈ بلز کو بطریق احسن تقسیم کیا گیا۔

دو بزرگ رفقاء ڈاکٹر محمد اقبال صافی اور اشفاق احمد میر کیمپ میں موجود رہے، جبکہ امیر تنظیم اسلامی پشاور غربی محمد سعید رفقاء کے ساتھ ہینڈ بلز کی تقسیم کے وقت رابطے میں رہے۔ کیمپ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ تمام رفقاء نے کیمپ کے انعقاد میں بھرپور کاوشیں کیں۔ مغرب کی نماز سے کچھ دیر قبل کیمپ کو ختم کر دیا گیا۔

امیر تنظیم اسلامی نوشہرہ قاضی فضل حکیم نے بھی نوشہرہ میں شوبرہ چوک کے مقام پر ایک تعارفی کیمپ لگایا۔ عوام الناس کی توجہ اور آگاہی کے لیے تعارفی لٹریچر اور ہینڈ بلز رکھے گئے تھے۔ ہاتھیان سے ایک منفرد رفیق سمیت نوشہرہ اور خویشگی کے 15 رفقاء نے نوشہرہ کی 12 مساجد اور 6 بازاروں میں تین ہزار ہینڈ بلز تقسیم کیے۔ کیمپ میں آنے والے لوگوں کو بھی لٹریچر دیا گیا۔ مردان میں ڈاکٹر حافظ محمد مقصود اور محمد اقبال اعوان نے ہینڈ بلز تقسیم کیے۔

تنظیم اسلامی پشاور کے کیمپوں میں تنظیم اسلامی پشاور کے 26 رفقاء اور ایک حبیب نے شرکت کی۔ تنظیم اسلامی پشاور غربی کے 7 رفقاء اور 5 احباب نے شرکت کی، جبکہ نوشہرہ میں کل 15 رفقاء نے کل وقتی شرکت کی۔ (رپورٹ: شیر قادر)

تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے تحت شب بیداری

تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے زیر اہتمام یکم اور 2 جنوری 2009ء کی درمیانی رات شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب نثار احمد شفیق کے درسِ حدیث سے ہوا۔ انہوں نے حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا کہ ہم نے پاکستان اسلام کے نام پر لیا تھا۔ آج ہم اسلام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے زبوں حالی کا شکار ہیں۔ ہماری نجات اسی میں ہے کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی ضابطۂ حیات کو اپنائیں۔

بعد ازاں رفقاء کو کھانا پیش کیا گیا۔ سوا سات بجے عشاء کی نماز ادا کی گئی۔ نماز کے بعد امیر حلقہ جناب منیر احمد نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے سورۃ الانفطار کی روشنی میں قیامت کی ہولناکیاں بیان کیں۔ راقم الحروف نے سیرت صحابہؓ کے حوالے سے گفتگو کی۔ شب بیداری کے پہلے حصے کا آخری موضوع "راہ نجات: سورۃ العصر کی روشنی" میں تھا۔ تقریباً ساڑھے دس بجے سونے کا وقفہ ہوا اور پروگرام کے دوسرے حصہ کے لیے ساتھیوں کو صبح چار بجے جگا دیا گیا۔

بعد از نماز فجر جناب نثار احمد شفیق کے درس قرآن پر شب بیداری کا اختتام ہوا۔

(رپورٹ: ابرار اشرف)

ناظم قرآن اکیڈمی ملتان کا دورہ کوٹ ادو

4 جنوری 2009ء کو ملتان سے تقریباً 90 کلومیٹر دور شہر کوٹ ادو کی تحصیل ہسپتال کی جامع مسجد میں ایک درس قرآن کا پروگرام ہوا، جس کا موضوع "عبادت رب" تھا۔ بعد نماز ظہر درس کا آغاز ہوا اور یہ ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ موسم انتہائی خراب تھا، جس کی وجہ سے حاضری کم رہی۔ 15 افراد جن میں 5 ڈاکٹر اور باقی مقامی احباب شریک ہوئے۔ واضح رہے اسی ہسپتال میں ڈاکٹر فہیم کی کوشش سے دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام (بذریعہ ویڈیو) ہر ہفتہ ہوتا ہے جس میں صرف ڈاکٹر حضرات شریک ہوتے ہیں۔ جام عابد نے اپنے درس میں "عبادت" کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ عبادت ہمارا مقصد تخلیق ہے۔ جام عابد نے کہا کہ بنی آدم پر جو فرد جرم اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت کے روز لگائی جائے گی وہ اس بات کی نہ ہوگی کہ انہوں نے شیطان کی پوجا کی بلکہ اس بات کی ہوگی کہ وہ شیطان کے کہنے پر چلے اور اس کے احکام کی اطاعت کی اور جس جس راستہ کی طرف وہ اشارہ کرتا گیا، اُس پر دوڑے چلے گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا ہر عمل گواہی دے کہ ہم اللہ ہی کی عبادت کرنے اور اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر اللہ کی بندگی اور غلامی کا بہترین نمونہ دیکھنا ہے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کو دیکھیں۔ آخر میں انہوں نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر چلنے کی اور باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (رپورٹ: ناصر انیس خان)

اسرہ حاصل پور کے تحت شب بیداری

10 جنوری 2009ء کو اسرہ حاصل پور میں شب بیداری پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد درس قرآن سے ہوا، جس کی سعادت نثار احمد نے حاصل کی۔ یہ درس عشاء کی اذان تک جاری رہا۔

بعد از نماز عشاء بھائی رضوان عزمی نے درس حدیث دیا۔ کھانے کے وقفے کے بعد راقم نے سیرت صحابہؓ کے حوالے سے ربیعہ بن کعبؓ کی سیرت بیان کی۔ اس کے بعد شرکاء سے تعارف حاصل کیا گیا اور پھر سونے کا وقفہ ہوا۔ اگلی صبح چار بجے رفقاء کو نوافل کے لیے بیدار کیا گیا۔ نوافل کے بعد رضوان بھائی نے نماز کے ترجمے کا مذاکرہ کروایا۔ بعد از نماز فجر امیر حلقہ جناب منیر احمد کا درس قرآن ہوا۔ اس کے بعد ساتھیوں کو ناشتہ پیش کیا گیا، اور اس کے ساتھ ہی شب بیداری کا پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: ابرار اشرف)

نامے میرے نام

محترم حافظ عاکف سعید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

میں "ندائے خلافت" کے توسط سے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب، تمام رفقاء واحباب، تنظیم اسلامی کی تمام رفیقات اور قرآن اکیڈمی کے ملازمین کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں، جو میرے والد صاحب کی علالت کے دوران مزاج پرسی کے لیے وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے اور اُن کی وفات پر اُن کے جنازے میں شریک ہو کر اُن کے لیے دعائے مغفرت کی۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے۔ (آمین)

والسلام

بنت سردار اعوان

مرکز تنظیم اسلامی کی مرتب کردہ سال نو کی ڈائری

DIARY 2009

مع

ذاتی احتسابی اصلاح ڈائری

یہ ڈائری خاص طور پر رفقاء تنظیم اسلامی کے لئے تیار کی گئی ہے۔ سال 2009ء کی ڈائری کا کام دینے کے علاوہ یہ ذاتی احتسابی یادداشت بک کے متبادل کے طور پر بھی استعمال کی جاسکتی ہے

تعارفی قیمت -/100 روپے

ڈائری محدود تعداد میں پرنٹ کروائی گئی ہے لہٰذا پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر

اپنے **علاقائی تنظیمی مراکز** سے رابطہ کریں

براہِ راست مرکز سے منگوانے کیلئے اپنا آرڈر بذریعہ خط، ای میل یا فیکس بھیجیں

مرکز تنظیم اسلامی

67۔اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔فون:6316638-6366638

فیکس:042-6271241 ای میل:markaz@tanzeem.org

مرکزی شعبہ نشرواشاعت کی طرف سے

تنظیم اسلامی کا تیار کردہ سال نو کا

Calender2009

......دستیاب ہے......

قرآنی آیات سے مزین 6 صفحات پر مشتمل شمسی وقمری کیلنڈر کی خطاطی جناب خورشید گوہر قلم (پرائیڈ آف پرفارمنس) سے کروائی گئی ہے۔

☆4 رنگوں میں دیدہ زیب طباعت ☆ خوبصورت ڈیزائننگ ☆ عمدہ آرٹ پیپر ☆ سائز "18"X23

خصوصی رعایتی قیمت: 60 روپے

رفقاء یہ خوبصورت کیلنڈر خود بھی لیں اور دعوتی نقطہ نظر سے خرید کر احباب میں تحفہ کے طور پر تقسیم کریں

رفقاء تنظیم اسلامی کیلنڈر حاصل کرنے کے لئے اپنے حلقہ کے دفاتر سے رابطہ کریں

مرکزی شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی

36 K/ ماڈل ٹاؤن لاہور۔فون 3-5869501 فیکس 5834000

E.mail:markaz@tanzeem.org, Website.www.tanzeem.org